نہ برت بے نیازی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نبیلہ عزیز

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

نبیلہ عزیز

"یہ ہیں ہماری نئی کمپنی کے پارٹنر اینڈ منیجنگ ڈائریکٹر ایزد آفندی!"

شاہ نواز حیدر نے سب سے تعارف کروانے کے بعد اسے جس شخصیت کی طرف متوجہ کیا تھا' اس کا تعارف کشمالہ حیدر کے لیے کسی تباہ کن دھماکے سے کم نہیں تھا' اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھا' ایزد آفندی اپنی شاندار پرسنالٹی کے ہمراہ اونچے پورے قد سے کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا' وہ اس وقت بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس پہلے سے بھی زیادہ دلکش لگ رہا تھا۔

کشمالہ حیدر لب بھینچ کر غم ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور اس کوشش میں اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا' اور شاہ نواز حیدر اس کی حالت سے یکسر بے خبر اپنی ہی کہے جا رہے تھے۔

"اور ایزد! یہ ہے میری بیٹی' میری جان' میری کاشلی!"

انہوں نے انتہائی محبت پاش لہجے میں کہتے ہوئے اپنی بیٹی کو بازو کے گھیرے میں لے کر تعارف کروایا تھا حالانکہ ان دونوں کو کسی بھی تعارف کی ضرورت نہیں

تھی' دونوں پہلے سے ہی ایک دوسرے کو بخوبی جانتے تھے۔

"یہ نئی کمپنی میری بیٹی کی خواہش پہ وجود میں آئی ہے۔ میری بیٹی کو مجھ سے الگ ہو کر اپنی صلاحیت منوانے کا اور کام کرنے کا شوق ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ہماری بیٹی کیا کارنامہ انجام دیتی ہے اور کہاں تک کامیابی حاصل کرتی ہے؟ کیوں میری جان' کیا خیال ہے؟"

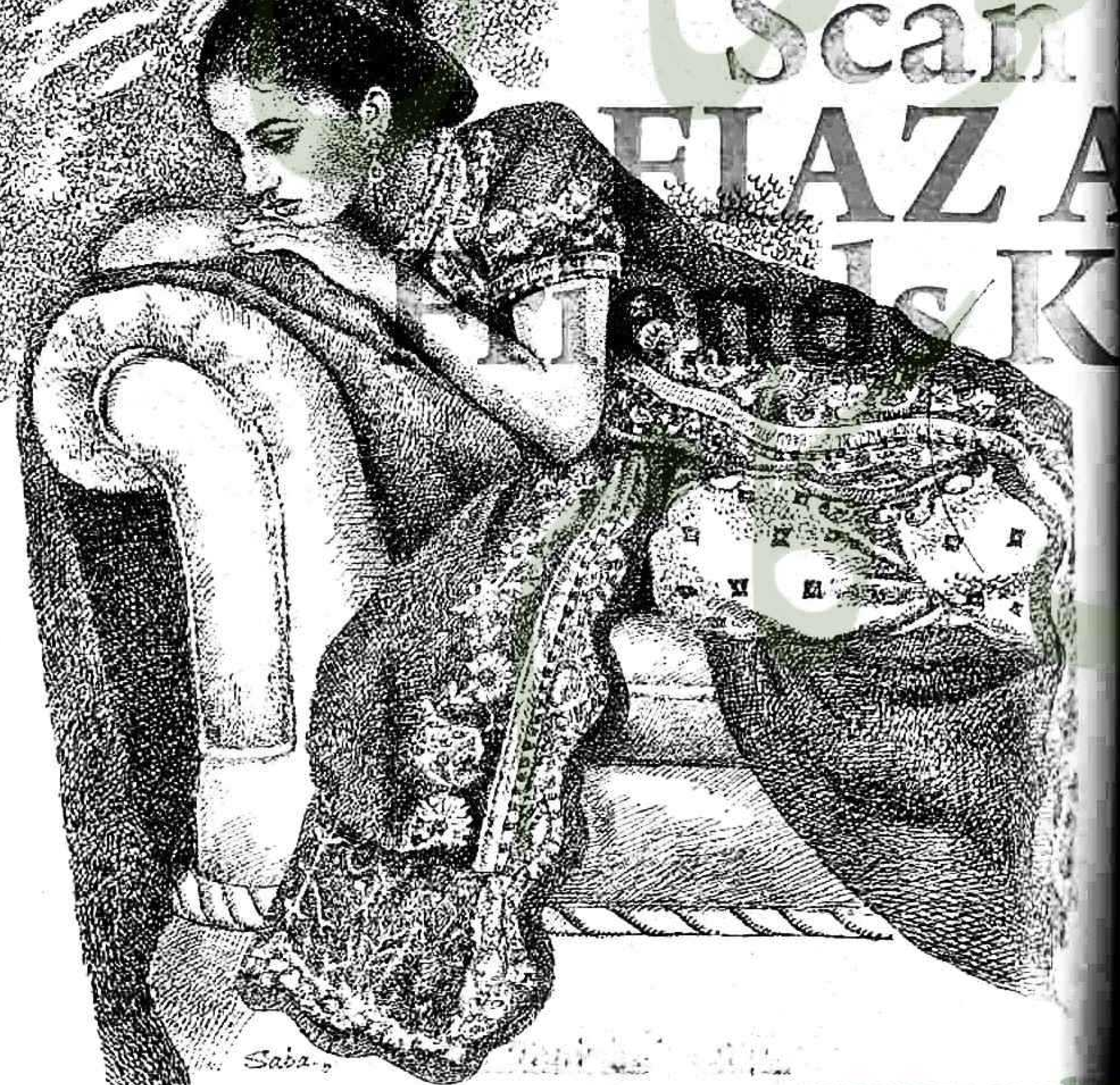

Scan & PDF
EIJAZ AHMED
FriendsKorner.com

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

انہوں نے کشمالہ کو اپنے قریب کرتے ہوئے پوچھا تھا اور وہ یک دم اپنی ماؤف ہوتی کیفیت سے باہر نکل آئی۔ چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔ نفرت اور حقارت کی جھلک وہ بھی بخوبی دیکھ چکا تھا۔

"پاپا! میرا خیال ہے کہ ہمیں اب گھر چلنا چاہیے۔"

اس نے نازک کلائی پہ بندھی انتہائی قیمتی اور نفیس سی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا اور شاہ نواز حیدر اس کی اس قدر سنجیدگی پہ ٹھٹک گئے۔ انہیں احساس ہو گیا کہ ان کی لاڈلی بیٹی کا موڈ کسی بات پہ آف ہو چکا ہے۔

وہ ایزد آفندی سے معذرت خواہانہ لہجے میں کہہ رہے تھے، "اچھا ایزد! ہم چلتے ہیں، کل آفس میں ملاقات ہوگی۔" "یہ آئی بھی دیر سے ہے اور اب جانے کی بھی جلدی کر رہی ہے۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ان کے ساتھ ہی پارکنگ تک آگیا۔

"کل کام کا پہلا دن ہے، جس کے لیے کمپنی کے تمام ممبرز اور تمام اسٹاف کا موجود ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ میٹنگ کے وقت کسی بھی ممبر کی غیر موجودگی مناسب نہیں ہوگی۔" ایزد نے اپنی گاڑی کی سمت بڑھتی کشمالہ حیدر کو کن اکھیوں سے دیکھتے ہوئے شاہ نواز حیدر کو تاکید کی تھی۔

"تم بے فکر رہو، سب کچھ وقت پر اور تمام ممبرز کی موجودگی میں ہوگا۔"

وہ ایزد آفندی سے ہاتھ ملاتے ہوئے اسے خدا حافظ کہہ کر کشمالہ کے برابر گاڑی میں آبیٹھے۔ ڈرائیور نے فوراً ہی گاڑی آگے بڑھا دی۔ ان کی گاڑی رخصت ہوتے ہی ایزد آفندی نے گہری سانس کھینچی تھی۔

"آپ کی جان، آپ کی کاشلی، کسی اور کی بھی جان ہے شاہ نواز صاحب!"

وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے خودکلامی کے سے انداز میں بڑبڑایا۔ آنکھوں کے پردے پہ تھوڑی دیر پہلے کا منظر تازہ ہو گیا، جب وہ اس کے تعارف پہ یوں چونکی تھی جیسے کرنٹ چھو گیا ہو اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھوں میں ایزد کے لیے زہر اتر آیا تھا۔ چہرے کا اک اک نقش سرد و سپاٹ ہو کے رہ گیا تھا۔

کشمالہ حیدر کا رویہ دیکھ کر ایزد آفندی کا سارا اعتماد لڑکھڑا گیا تھا۔ وہ اس کے سامنے اپنا اعتماد ہوا ہوتا محسوس کرتا تھا کیونکہ پہلے وہ جس کاشلی کو جانتا تھا، وہ ایک موم کی گڑیا تھی، جس کو ایک سانچے میں ڈھالنا اور ایک شکل دینا بہت آسان تھا لیکن اب وہ ایک پتھر کی مثال تھی، جس کو تراشنا، جس کے نین نقش ابھارنا بے حد مشکل امر تھا۔ اس کے اپنے ہاتھوں بھی ضرب آسکتی تھی، اپنی انگلیاں فگار ہو سکتی تھیں لیکن اگر کسی چوٹ، کسی درد کے بدلے بھی وہ پتھر کی مورت موم کی گڑیا بن جاتی تو سودا مہنگا نہیں تھا۔ آخر کو جانے ان جانے میں وہ بھی تو اس موم کی گڑیا کو چوٹ لگا بیٹھا تھا۔

☼ ☼ ☼

پورچ میں گاڑی رکتے ہی وہ گاڑی سے اتر آئی اور شاہ نواز حیدر کے اترنے کا انتظار کیے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتی اندر کی سمت بڑھ گئی۔

"کاشلی۔۔ کاشلی بیٹا، رکو تو۔" وہ بھی گاڑی سے اتر کر تیزی سے اس کے پیچھے آئے تھے، لیکن وہ سنی ان سنی کرتی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔

"کاشلی!" اب کی بار انہوں نے کافی اونچی آواز میں پکارا تھا۔ اس کے قدم پہلی دونوں سیڑھیوں پہ ہی تھم گئے۔

"ادھر دیکھو میری طرف۔" وہ سیڑھیوں کے قریب آرکے۔

"پاپا پلیز! میرے سر میں درد ہے، میں تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے ذرا جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا تھا۔ شاہ نواز حیدر اس کا چہرہ دیکھنے لگے لیکن وہ نظریں جھکائے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"اوکے! تو پھر جاؤ، جا کر آرام کرو، لیکن صبح تک سر درد ٹھیک ہو جانا چاہیے، اوکے۔" ان کے لہجے اور انداز میں اس کے لیے کتنی محبت اور چاہت تھی، وہ بخوبی جانتی تھی۔

بیڈروم میں داخل ہوتے ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا سلور رنگ کا فینسی پرس بیڈ پہ اچھال دیا۔

"نئی کمپنی کا پارٹنر اینڈ منیجنگ ڈائریکٹر ایزد آفندی۔۔" وہ زیر لب دہراتے ہوئے دبے لہجے میں چیخ اٹھی تھی۔ "میری کمپنی میں میرا پارٹنر بنے گا، ہونہہ۔۔ یہ نہیں ہوگا۔"

وہ اپنی کلائی سے رسٹ واچ اور کانوں سے ٹاپس اتارتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"ایزد آفندی میرا پارٹنر نہیں ہو سکتا۔"

اس نے سینڈل اتار کر سائیڈ پہ ڈال دیے۔

"میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔" اس نے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچ کے اپنے ہونٹوں پہ سجی نیچرل کلر کی لپ اسٹک پونچھ ڈالی۔

"مجھے اس سے نفرت ہے، نفرت، میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

وہ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے حقارت سے بڑبڑائی اور بالوں کا جوڑا کھول دیا۔ جو کافی دیر پہلے بیوٹیشن نے خاصی محنت اور نفاست سے بنایا تھا۔

"تمہارے ساتھ کام کرنے سے بہتر ہے میں اپنی کمپنی کو آگ لگا دوں یا پھر تمہیں آگ لگا دوں۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر غصے سے چیخی تھی۔

دروازہ کھول کر آمنہ بیگم اندر آئیں۔ "کاشلی! کیا ہوا بیٹا، تم ٹھیک تو ہو۔" انہوں نے پریشانی اور تشویش سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا ہے مجھے؟" وہ الٹا ان سے پوچھ رہی تھی۔

"تمہاری چیخ کی آواز سن کے آئی ہوں، تم تو ڈر ہی گئی تھی۔" انہوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا، جیسے اس کی خیریت پہ شکر ادا کیا ہو۔

"میں چیخی ہوں کیا؟ مگر کیوں؟" وہ عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی، آمنہ بیگم ہکا بکا رہ گئیں۔ "تم واقعی ٹھیک نہیں ہو، میں ڈاکٹر کو۔۔"

"پلیز! ایسے چونچلے کی ضرورت نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں، مجھے بس تنہائی چاہیے۔" وہ عجیب چڑچڑے لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"اوکے! میں چلی جاتی ہوں، تم آرام کرو۔" وہ واپس پلٹ گئیں۔

"دوبارہ چیخوں تو پھر مت آیئے گا۔" اس نے پیچھے سے تلخی کا تیر پھینکا تھا۔ وہ اس کی سمت پلٹیں، اسے حیرت سے دیکھا، کچھ کہنا بھی چاہا، لیکن کہا نہیں۔ خاموشی سے چلی گئیں۔

رات بے حد گہری ہو چکی تھی، ہر سو سناٹا تھا، خاموشی تھی، سکون تھا، لیکن کشمالہ کے دل کے اندر یہ تینوں چیزیں نہیں تھیں۔ اس نے سوچتے سوچتے کھڑکی کے پٹ سے سر ٹکا دیا تھا۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، آج اس کی شکل دیکھی تھی، آج پلک سے پلک کا ملنا دشوار تھا۔

☼ ☼ ☼

"آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا کہ مجھے ایزد آفندی کے ساتھ کام کرنا ہے؟" صبح ناشتے کی میز پہ اس نے پہلا استفسار یہ ہی کیا تھا۔ اخبار کے صفحات پہ نگاہ دوڑاتے شاہ نواز حیدر نے قدرے چونک کر اس کی صورت دیکھی، وہ بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی۔

"کیوں تمہیں ایزد کے ساتھ کام کرنے پہ کوئی اعتراض ہے؟" انہوں نے رسانیت سے پوچھا۔

"دیکھیے پاپا! اچھا اور سکسیس فل کام کرنے کے لیے ہمارے پارٹنر کا اچھا اور ایمان دار ہونا ضروری ہوتا ہے، چاہے وہ بزنس پارٹنر ہو، لائف پارٹنر ہو یا گیم پارٹنر اور مجھے پورا یقین ہے کہ ایزد آفندی ان تینوں چیزوں میں صرف اور صرف دھوکا دے سکتا ہے، کامیابی یا نفع نہیں دے سکتا۔"

اس کا لہجہ اور انداز بے حد سخت تھے۔ شاہ نواز حیدر پہلے حیران ہوئے، پھر سر جھٹک کر مسکرا دیے۔

"بیٹا! قبل از وقت رائے دینا عقل مندی نہیں ہوتی۔ تم اس کے ساتھ کام کرو گی تو اپنے یہ الفاظ واپس

Scan & PDF by FIAZ AHMED Friends Korner.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لینے پہ مجبور ہو جاؤ گی۔ بہت قابل اور ذہین بندہ ہے۔" وہ کافی متاثر انداز میں کہہ رہے تھے۔

"پاپا! آپ نہیں جانتے اس شخص کے لیے ہر کام ہی بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، چاہے وہ میرا دل ہو، آپ کا بزنس۔"

شاہ نواز حیدر کو اس کی تعریفوں کے پل باندھتے دیکھ کر وہ اندر ہی اندر جل اٹھی تھی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ ایزد آفندی کا سارا کچا چٹھا کھول کر سامنے رکھ دے مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ یہ سب کرنے کے لیے اسے اپنی ذات پہ پڑا آنچل بھی ہٹانا پڑتا۔

اس نے ایزد آفندی کے ساتھ کام نہ کرنے کا پکا ارادہ باندھ رکھا تھا۔ لیکن آفس میں پہلی میٹنگ کے دوران جو کچھ ایزد آفندی نے کہا وہ کشمالہ حیدر کو میدان میں ڈٹ جانے پہ مجبور کر گیا تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ "جس فیلڈ میں بھی وہ قدم رکھتا ہے وہاں کوئی اور اپنے قدم قائم نہیں رکھ سکتا یا تو مقابل والا میدان چھوڑ دیتا ہے یا پھر وہ اپنے مد مقابل کو فتح کر لیتا ہے۔"

اور اس کا اپنی ذات پہ ایسا اعتماد اور اعتماد کا ایسا سرعام اظہار دیکھ کر ہی کشمالہ حیدر اپنا ارادہ اور فیصلہ بدلنے پہ مجبور ہو گئی۔ اس نے میدان چھوڑنے کے بجائے میدان میں ڈٹ جانے کا فیصلہ کیا، جس کے لیے اس نے بڑے اعتماد اور برداشت کے ساتھ میٹنگ کے اختتام پہ ایزد آفندی سے ہاتھ ملایا تھا۔

پہلے تو دونوں کے درمیان ایک سرد خاموشی اور ایک سرد کیفیت حائل تھی، مگر اب سرد جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ایم سوری۔" امینہ بیگم کشمالہ کی مدھم سی آواز پہ چونک کے پلٹیں، وہ اپنے لیے کافی بنانے آئی تھی، کیبنٹ سے کافی کا پیکٹ نکال کے دیکھ رہی تھی۔

"سوری، کس لیے؟" انہوں نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"میں نے اس روز آپ سے بدتمیزی کی تھی۔" وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر رہی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا! سوری کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ذہن ڈسٹرب ہو تو بندہ کچھ بھی کہہ جاتا ہے اور اسے پتا بھی نہیں چلتا۔" انہوں نے سر جھٹک کر نرمی سے کہا۔

"لیکن مجھے ڈسٹربنس میں بھی ایسا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں آپ کے ساتھ بدتمیزی کروں۔" اس نے نپے تلے لہجے میں کہا، امینہ بیگم پل بھر کے لیے خاموش ہو گئی تھیں۔

"کشر آیان اور ریان بھی تو ایسا کر جاتے ہیں۔" انہوں نے مثال دی۔

"وہ آپ کے بیٹے ہیں۔" اس کا جواب دو ٹوک تھا۔

"تم بھی تو میری بیٹی ہو۔"

"جس حد تک میں آپ کی بیٹی ہوں، مجھے اسی حد تک رہنا چاہیے نا، اگر حد پار کروں گی تو آپ ہی میری حد یاد دلا دیں گی، اسی لیے بہتر ہے میں خود ہی حد کا تعین کر لوں۔"

وہ کافی تیار کر چکی تھی، اسی لیے بھاپ اڑاتا مگ لے کر پلٹ گئی۔

"اور میری اس بات کو بدتمیزی مت سمجھیے گا، میں آپ سے بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی، لیکن پتا نہیں کیوں ایسا ہو جاتا ہے، آپ بہت اچھی خاتون ہیں، میں واقعی آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

وہ ذرا دیر کے لیے ان کے سامنے رکی اور سپاٹ سے انداز میں کہہ کر باہر نکل گئی، امینہ بیگم اس کے پیچھے دیکھتی رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے بیٹا! تم دو، تین روز سے اپ سیٹ دکھائی دے رہی ہو، کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔" شاہ نواز حیدر مسلسل دو، تین روز سے اسے خاموش خاموش اور گم صم سا دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہو چکے تھے۔ وہ اس کے ہاتھ سے میگزین لے کر سائیڈ پہ رکھتے ہوئے بولے اور اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"ڈونٹ وری پاپا! میں بالکل ٹھیک ہوں، کوئی پرابلم نہیں ہے، بس یوں ہی کبھی کبھی دماغ کچھ بوجھل سا ہو جاتا ہے۔" وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بولی تو شاہ نواز حیدر بغور اس کے چہرے کا جائزہ لینے لگے، وہ سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"اپنی ماں سے ملنا چاہتی ہو؟" وہ بے اختیار کہہ گئے تھے اور کاشلی بری طرح تڑپ اٹھی، یوں جیسے شاہ نواز حیدر نے اس کے کسی ننگے زخم پہ ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں؟" اس نے تڑپ کے پوچھا۔

"تم اداس ہو، اس لیے میں نے سوچا شاید تم اپنی ماں کو مس کر رہی ہو، میں تمہارے جانے کا بندوبست کروا دیتا ہوں، بس ٹکٹ ہی کو کنفرم کروانا ہے۔"

انہوں نے نارمل سے انداز میں کہتے ہوئے اسے تسلی دینا چاہی۔

"پاپا! کیا میں ان سے ملوں گی؟" جن کو ماں بن کر بھی ماں بننے کا سلیقہ نہیں آیا؟ جن کو ماں کے لفظ کا مطلب اور قدر ہی معلوم نہیں ہے، کیا میں ان سے ملوں گی؟ ان سے؟" اسے اپنی ماں کا ذکر اتنا ہی اذیت ناک اور برا لگتا تھا، جتنا ایزد آفندی۔

"نہیں پاپا! میں ان سے زندگی بھر نہیں ملوں گی۔ میں جب یہاں آئی تھی تو ان کی طرف جانے والے تمام راستے بند کر کے آئی تھی۔ مجھے ان سے اب بھی نہیں ملنا، مجھے ان کے پاس کبھی واپس نہیں جانا، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

وہ بیٹھے بیٹھے ان کے ذکر پہ بپھر گئی تھی اور بے حد اجنبی ہو گئی تھی، پھر یک دم صوفے سے اٹھی اور ڈرائنگ روم کی دہلیز عبور کر گئی تھی۔

شاہ نواز حیدر خاموش بیٹھے رہ گئے۔ ان کی آج تک یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ اپنی ماں سے اتنی بدگمان کیوں ہے، اس نفرت اور بے زاری کے پیچھے کون سا راز پوشیدہ ہے اور اچانک ماں کو چھوڑ کر اس نے باپ کے پاس آنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا اور سب سے بڑی بات کہ اس کی ماں نے اسے باپ کے پاس آنے سے روکا کیوں نہیں تھا؟ اتنی آسانی سے اسے اجازت کیسے دے دی تھی؟

وہ جانتے تھے کہ اس مسئلے کے پیچھے کوئی خاص وجہ چھپی ہے، لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ خاص وجہ وہ پوشیدہ راز کہیں نہ کہیں کاشلی کے دل سے جڑا ہوا ہے، جس کو کرید کر وہ اپنی بیٹی کو پریشان اور دکھی نہیں کر سکتے تھے۔ ابھی بھی وہ ڈرائنگ روم کے صوفے پہ بیٹھے کاشلی کے عجیب و غریب رد عمل کو سوچ رہے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول
دل کے موسم
مریم عزیز
قیمت 250 روپے
ننگے پاؤں
نگہت سیما
قیمت 250 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37، اردو بازار، کراچی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے۔ ان کو اس الجھے ریشم کا کوئی سرا ہی نہ مل رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

کاشلی بدمزاج بھی تھی اور تلخ مزاج بھی، لیکن عرصہ ہوا تھا وہ اپنے تمام مزاج خاموشی کے حوالے کر بیٹھی تھی لیکن ایزد آفندی آج کل اسے بھڑکانے کی کوششوں میں تھا۔ وہ چاہتا تھا کاشلی اس کی باتوں پہ غصہ کرے، بھڑکے، ایشو بنائے، مگر وہ ایسا نہیں کر رہی تھی، وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کر کے گزر جاتی تھی اور ایزد کو ناکامی ہو رہی تھی، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جب تک کاشلی غصے میں آکر شعلے نہیں اگلے گی، تب تک وہ اس کے سامنے اپنا کیس نہیں لڑ سکے گا، نہ ہی کوئی صفائی پیش کر سکے گا۔

آج آفس میں ایک اور میٹنگ تھی اور اتفاقاً دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل جگہ ملی تھی۔ ایزد کن اکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سر جھکائے ٹیبل پہ رکھی فائلوں کو بے وجہ ہی گھورے جا رہی تھی۔ میٹنگ کے اختتام پہ اسٹاف ممبرز کے درمیان ہلکی پھلکی گپ شپ کا سلسلہ شروع ہو گیا، اچانک کسی نے گفتگو کا رخ عجب سمت میں موڑ دیا تھا۔

”ایزد! تم اور کاشلی دونوں ایک دوسرے کے بزنس پارٹنر ہو، لیکن میرا خیال ہے کہ تم دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے، اور دوسری بات کہ تم تجربے کار ہو، تمہارے پاس سکسیس فل ایکسپرینس ہے، جبکہ کاشلی کے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے، وہ پہلی بار کسی کام میں ہاتھ ڈال رہی ہے، اس لیے مشکل بھی ہو سکتی ہے اور نقصان بھی۔“

مسز بٹ جوان کی کمپنی کو اسپانسر کر رہی تھیں، کافی بے تکلفی سے ایزد کے ساتھ گفتگو کا آغاز کر چکی تھیں۔

”ایک بات آپ کو بتا تا چلوں کہ ”میں اور کاشلی“ سوری میرا مطلب ہے کہ مس کشمالہ حیدر مجھے بہت اچھی طرح جانتی ہیں اور میں بھی مس کشمالہ حیدر کو بہت قریب سے جانتا ہوں، اس لیے مزاج کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا اور دوسری بات کہ میرا تجربہ کار ہونا بھی مس کشمالہ حیدر کا مرہون منت ہے۔ میں نے سب کچھ ان سے حاصل کیا ہے، اگر کہیں کوئی مشکل پیش آئی مجھے ہینڈل کرنا آتا ہے، کیوں مس کشمالہ حیدر! ایم آئی رائٹ نا؟“

ایزد نے بات کرتے کرتے ہلکے تبسم اور مبہم نظروں سے اسے دیکھا کشمالہ اس کی بات اور انداز سے سر تاپا سلگ اٹھی تھی۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کے رہ گئی تھی۔

”یس یو آر رائٹ۔“ وہ چبا کے کہتی ہوئی اٹھی اور اپنی فائلیں سمیٹ کر کرسی دھکیلتی ہوئی میٹنگ ہال کا دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔ اس کی کمر کی لچک اور گردن کی اکڑ ایزد آفندی کی آنکھوں کے رستے دل میں سما گئی تھی۔

”بیٹا جی! ابھی بڑے پاپڑ بیلنا پڑیں گے، سکون سے مت بیٹھو۔“ مسز بٹ نے مسکراتے ہوئے ایزد کے کندھے پہ تھپکی دی تھی، جواباً وہ بھی مسکرا اٹھا تھا۔

”مجھے بھی اب یہ ہی لگ رہا ہے کہ یہ بزنس وغیرہ کا چکر چھوڑ کر اب پاپڑ بیلنے کا کاروبار شروع کر دینا چاہیے آخر عمر بھر پاپڑ ہی تو بیلنے ہیں گزارا ہو ہی جائے گا۔“ اس نے آہ بھر کے کہا تھا اور مسز بٹ کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

شام کے چھ بج رہے تھے رفتہ رفتہ پورا ہال خالی ہو گیا تھا آفس بھی بند ہو چکا تھا، بس ایزد میٹنگ ہال میں بیٹھا اپنا کچھ کام نپٹا رہا تھا گھڑی پہ نظر پڑی تو اسے بھی اٹھنے کا خیال آگیا۔ وہ اپنا لیپ ٹاپ بند کر کے اٹھا، فائلیں سمیٹ کر اپنے بریف کیس میں رکھیں اور کرسی کی بیک سے کوٹ اتار کے جیسے ہی قدم آگے بڑھایا، قدم وہیں کے وہیں تھم گئے۔

میٹنگ ہال کا دروازہ کھلا اور کشمالہ حیدر انتہائی متوازن چال چلتی ہوئی اس کے سامنے آ رکی تھی ایزد

آفندی اندر ہی اندر دعائے خیر کرنے لگا، کیونکہ وہ لب بھینچے براہ راست اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے چند سیکنڈ اس کے بولنے کا انتظار کیا، پھر بریف کیس اور لیپ ٹاپ ٹیبل پہ رکھ کے اس کے سامنے آگیا۔

”آئی مس یو کاشلی، آئی ریئلی مس یو۔“ وہ انتہائی شدت اور جذب کے عالم میں کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھ رہا تھا۔ کشمالہ کی آنکھوں میں نفرت کا سمندر امڈ آیا تھا۔ ”تم ایک ماہر کھلاڑی ہو، لیکن ایزد آفندی! اتنا سوچ لینا اب کی بار اناڑی میں بھی نہیں ہوں۔ میں صرف اتنا کہنے آئی ہوں کہ آئندہ کسی بھی گفتگو میں میرا ذکر نہیں ہونا چاہیے میں آئندہ برداشت نہیں کروں گی۔“

وہ انگلی اٹھا کر انتہائی نفرت و حقارت سے اسے وارننگ دیتی ہوئی اک قہر آلود نگاہ ڈال کر واپس پلٹی ہی تھی کہ اسے رک جانا پڑا۔ ایزد آفندی اس کا ہاتھ تھام چکا تھا اور کشمالہ بے یقینی سے اس کی دیدہ دلیری دیکھ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ ایزد کے مضبوط ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

”کاشلی! پلیز گزری باتوں کو اتنا بڑا ایشو بنانے سے بہتر ہے کہ تم کچھ دیر میرے ساتھ بیٹھ کر میری بات سن لو۔“

”میرا ہاتھ چھوڑو۔“ اس نے ایزد کی جرأت پہ دانت پیستے ہوئے کہا۔

”کاشلی! میرا یقین کرو، میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں تمہاری ذات سے بے خبر نہیں تھا، سب خبر رکھی میں نے، صرف اس لیے کہ میں تمہیں۔۔۔“

”میں کہہ رہی ہوں میرا ہاتھ چھوڑو۔“ وہ دبے لہجے میں غرائی۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ وہ جانتا تھا کہ معاملہ گمبھیر ہو چکا ہے، پھر بھی وہ اس کا ہاتھ چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ جو کچھ بھی ہونا ہے، وہ آج اور ابھی ہو جائے۔

”کاشلی! میں سچ سچ تم سے محبت۔۔۔“

”شٹ اپ ایزد آفندی، جسٹ شٹ اپ۔“

وہ یک دم پوری قوت سے چیخ اٹھی اور پورا میٹنگ ہال اس کی چیخ سے گونج اٹھا تھا، وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر اس کی سمت پلٹی تھی۔

”اپنی گھٹیا زبان سے میرا نام بھی مت لو۔“ وہ بے حد تنک آمیز انداز سے کہہ رہی تھی، پھر بھی ایزد اسے حق بجانب سمجھتا تھا۔

”میں جانتا ہوں تمہیں مجھ پہ بہت غصہ ہے، لیکن یہ غصہ۔۔۔“

”ہونہہ! غصہ نہیں، نفرت کہو، نفرت، اتنی نفرت کہ جی چاہتا ہے تم پہ گھڑے گھڑے پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دوں، تاکہ تمہیں احساس ہو کہ آگ میں جلنا کیسا ہوتا ہے؟“

وہ دانت پیستے ہوئے نفرت سے کہہ رہی تھی اور اس کی نفرت کی شدت اس کے چہرے اور لہجے سے صاف محسوس ہو رہی تھی۔ ایزد بے بس ہونے لگا تھا، وہ ہاتھ مسلتی ہوئی پلٹی، پھر یک دم رک گئی تھی۔

”ویسے ایک بات میری ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تم اس بار کون سا ناٹک کرنے آئے ہو؟ اب کس کو تسخیر کرنا ہے؟ میں تو پہلے ہی تمہاری تسخیر شدہ چیزوں میں شمار ہوتی ہوں، میری ذات پہ تو تم پہلے ہی فتح کے جھنڈے گاڑ چکے ہو، اب کیا باقی ہے؟ بتاؤ مجھے کیوں آئے ہو؟“

وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی۔ اس کی حالت پہ ایزد کے حوصلے مزید پست ہونے لگے تھے، اس نے نظریں جھکا لیں۔

”کاشلی! اس دفعہ میں خود تسخیر ہونے کے لیے آیا ہوں۔ میری ذات تمہارے سامنے ہے، اسے قدموں کی دھول بناؤ یا پھر اپنے سر کا تاج، میں کچھ نہیں کہوں گا، اف بھی نہیں کروں گا، بس اگر مجھ سے نادانستگی میں تمہارے دل کو ٹھیس پہنچی ہے تو پلیز مجھے معاف کر دو۔“

ایزد کا لہجہ دھیما اور ہتھیار ڈالنے والا تھا، انداز تھکا ہوا اور نظر جھکی ہوئی تھی۔ اس کا گریبان جھنجوڑتے ہوئے ایک دم سے اسے نہ جانے کیا ہوا کہ اس کا گریبان چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹی، کچھ کہنے کے لیے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لب کھولے، پھر دل کی بات دل میں دباتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

ایزد جوں کا توں کھڑا رہ گیا۔ اسے خبر تھی کہ کاشلی ہچکیوں سے روتی ہوئی جا رہی ہے۔ وہ اس کی اک اک حرکت، ایک ایک عادت سے واقف تھا۔ ایزد کے کانوں میں ابھی تک اس کی آواز اور نفرت گونج رہی تھی، نہ جانے اسے وہاں کھڑے کتنی دیر گزر گئی تھی کہ وہ موبائل کی بیپ پہ بھی بمشکل ہی متوجہ ہوا تھا۔

"ہیلو...!" اس نے اپنے اعصاب کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"سر! کشمالہ میم کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" دوسری طرف سے ملنے والی اطلاع ایزد کے اوسان خطا کر گئی۔

"کاشلی کا ایکسیڈنٹ...؟" اسے تھوڑی دیر پہلے یہاں سے جانے والی کاشلی کی جنونی حالت یاد آئی تو دماغ چکرا گیا تھا۔ "اف خدایا۔"

☆ ☆ ☆

انتہائی خوب صورت اور سبز بیلوں سے ڈھکے بنگلے کا گیٹ کھول کر معمول کے مطابق اپنا فٹ بال قدموں سے دھکیلتی ہوئی وہ گیٹ سے نکل کر روڈ پہ آ گئی تھی۔ کل پورے اسلام آباد میں دن بھر شدید بارش ہوئی تھی، جس کی وجہ سے سردی اور دھند میں بے پناہ اضافہ ہوا تھا۔ روڈ پہ چلتے ہوئے چند قدم آگے کا راستہ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پورا شہر سویا سویا سا اور دھند میں ڈوبا ہوا سا لگ رہا تھا اور وہ اپنی ازلی لاپروائی کا ثبوت دیتی ڈھیلے ڈھالے قدموں سے چلتی نہ جانے کس سوچ، کس دھن میں مگن آگے بڑھتی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ فٹ بال سے کھیلنے کا مشغلہ بھی جاری تھا۔ اسے فٹ بال کھیلنا جنون کی حد تک پسند تھا۔ وہ اسکول جاتے ہوئے بھی کھیلتی تھی، اسکول جا کر بھی کھیلتی تھی اور اسکول سے آتے ہوئے بھی کھیلتی تھی اور اس کھیل میں اسے کسی کی مداخلت قطعی ناپسند تھی، اسے اکیلے کھیلنے کا شوق تھا۔

اس وقت بھی وہ اپنے کھیل میں اس حد تک مگن تھی کہ اسے شدید سردی اور دھند کا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا، حالانکہ یہ ٹھنڈ ہڈیوں میں گھس رہی تھی جبکہ وہ بے نیازی سڑک کے بیچوں بیچ چل رہی تھی اور وہ یقیناً" اسے روند کے گزر جاتا، اگر گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن نہ ہوتیں، کیونکہ اس وقت صبح کے آٹھ بج رہے تھے، لیکن شدید دھند کے باعث کچھ دکھائی ہی نہ دے رہا تھا۔ وہ بمشکل بریک لگا پایا تھا۔ گاڑی کے ٹائر زوردار آواز کے ساتھ چرچرائے تھے مگر وہ بھی اپنے نام، اپنی طرز کی ایک ہی لڑکی تھی، کسی چیز میں کھو جاتی تو پھر کھو ہی جاتی تھی، جب اس پہ ہارن کی آواز کا بھی اثر نہ ہوا تو وہ اپنی گاڑی سے اتر آیا۔ تھری ون، تھری ٹو، تھری تھری، تھری فور، تھری فائیو، تھری سکس۔

"ہیلو بے بی... ہیلو... اسٹاپ اٹ۔" اس نے سخت لہجے میں اسے روکتے ہوئے اس کی فٹ بال بھی اچک لی تھی، تب اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ ایزد آفندی لحہ بھر کو ٹھٹک گیا تھا کیونکہ اس کم عمری لڑکی کی آنکھیں غضب کی کاٹ رکھتی تھیں، دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی گڑبڑا کے رہ جاتا تھا۔ وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ ہوش میں ہیں، اس موسم میں روڈ پہ چلنا ہی حماقت ہے، کجا کہ روڈ پہ کھیلنا؟ ہونہہ! سراسر نقصان ہے اپنا۔" وہ اسے سرزنش کر رہا تھا۔

"میں اپنا نقصان ہی تو کرنا چاہتی ہوں۔" وہ جس انداز سے بولی تھی ایزد اور بھی ٹھٹکا تھا۔

"آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

"نو...." اس نے سختی سے انکار کیا۔ اور اس کے ہاتھ سے فٹ بال جھپٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

"اور ہاں! آئندہ میں کھیل رہی ہوں تو مجھے ڈسٹرب مت کرنا۔" اس نے جاتے جاتے ایزد کو وارننگ دی اور وہ اسے روکتا رہ گیا تھا۔

"سنو! رکو، میری بات تو سن جاؤ۔" ایزد پلٹ کر ڈرائیونگ سیٹ پہ آ بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس عجیب و غریب لڑکی کو سوچ کر حیران ہو رہا

تھا۔

☆ ☆ ☆

"میڈم...! آج پھر کشمالہ نے ایک لڑکی کو زخمی کر دیا ہے، اس کی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا ہے۔" چپڑاسی آفس روم کا دروازہ کھول کر بدحواسی میں اندر داخل ہوا تھا اور اس اطلاع پہ مسز آفندی نے بے اختیار اپنا سر تھام لیا تھا۔ ایزد نے چونک کر اپنی ماں (مسز آفندی) کو دیکھا۔ ٹھیک دس سیکنڈ کے وقفے سے نائنتھ کلاس کی ٹیچر میڈم رخشندہ اور ان کے پیچھے اسٹوڈنٹس بچیاں اندر داخل ہوئیں۔

"میڈم! کشمالہ کو کسی اسکول یا اکیڈمی میں نہیں بلکہ پاگل خانے میں ہونا چاہیے، وہ ایک پاگل لڑکی ہے، نفسیاتی مریضہ ہے وہ۔"

چند روز پہلے کاشلی نے میڈم رخشندہ کے ساتھ بھی کافی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا، اسی لیے میڈم رخشندہ کا پارہ آج بہت ہائی ہو رہا تھا۔

"کول ڈاؤن مس رخشندہ! پہلے پتا تو چلے کہ آخر ہوا کیا ہے، غلطی کس کی ہے۔" مسز آفندی نے انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "میڈم! وہ کشمالہ فٹ بال کھیل رہی تھی، رانیہ نے کہا، میں بھی کھیلوں گی، لیکن کشمالہ نے منع کر دیا۔ رانیہ پھر بھی اس کی بال کے ساتھ کھیلنے لگی، تب کشمالہ نے کک لگا کے بال اس کے منہ پہ دے ماری اور رانیہ کی ناک اور منہ سے خون بہنے لگا، لیکن کشمالہ پھر بھی اس کو اپنی بال سے مارتی رہی۔ جب ہم نے میڈم کو بلایا، تب رانیہ کا بہت سا خون بہہ چکا تھا، وہ زمین پہ گری ہوئی تھی اور کشمالہ اسے مار رہی تھی۔"

رانیہ کی کزن اور کلاس فیلو اسماء نے ساری تفصیل بیان کی، کیونکہ وہ چشم دید گواہ تھی، اس نے سارے واقعے کو بغور دیکھا تھا۔

"تو پھر غلطی پہلے رانیہ کی ہے نا؟" مسز آفندی جان بوجھ کر کشمالہ کی غلطی سے نگاہ چرا رہی تھیں۔

"میڈم... ذرا سی غلطی کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو لہولہان کر دیا جائے، کاشلی نے اس کی جان لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔" میڈم رخشندہ حقیقتاً کاشلی سے خار کھائے بیٹھی تھیں۔

مسز آفندی نے پھر بھی تحمل سے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کی۔

"میں آج ہی اس کی مدر سے بات کروں گی۔ آپ پلیز برداشت سے کام لیں۔"

"میڈم! ہم اپنے پیرنٹس کو بتائیں گے کہ ہمارے ساتھ آپ کی اکیڈمی میں کیسا سلوک ہو رہا ہے؟ آپ نے ایب نارمل بچوں کو بھی ایڈمیشن دے رکھا ہے۔"

رانیہ کی کزن اسماء کافی تیز لڑکی تھی، اس نے سنجیدگی سے کہا اور آفس روم سے چلی گئی تھی۔ کشمالہ اس اکیڈمی میں پچھلے ایک سال سے ایسے ہزاروں کارنامے سرانجام دے چکی تھی اور سب ہی اس سے زچ ہو چکے تھے، رانیہ کا ٹریٹ منٹ کروا کے اسے گھر بھیج دیا گیا اور ساتھ ہی مسز آفندی نے رانیہ کے والدین کو فون کر کے باقاعدہ معذرت کی تھی، اور فون بند کرتے ہوئے گہری سانس کھینچی۔

"اف...! اس لڑکی نے جینا حرام کر رکھا ہے۔ ہماری اکیڈمی کی ریپوٹیشن خراب کرنے پہ تلی ہوئی ہے۔" انہوں نے جھنجلا کر کہتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا پین ٹیبل پہ پٹخ دیا۔

"کون ہے یہ لڑکی؟ اور آپ اسے اکیڈمی سے باہر کیوں نہیں کرتیں؟"

ایزد جو کسی کام کے سلسلے میں اپنی ماں سے ملنے اکیڈمی چلا آیا تھا اور کب سے خاموش تماشائی بنا بیٹھا تھا۔ ماں کی بے زاری اور کوفت دیکھ کر استفسار کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

"کیسے نکال دوں؟ وہ سائرہ حیدر کی بیٹی ہے، کشمالہ حیدر، شاہ نواز حیدر کی صاحبزادی۔"

مسز آفندی کے لہجے میں بے چارگی اتر آئی تھی کیونکہ انہوں نے کشمالہ کو خود اپنے گلے ڈالا تھا۔

"اوہ...!" ایزد نے بے ساختہ ہونٹ سکیڑے تھے کیونکہ وہ سائرہ حیدر کو اچھی طرح جانتا تھا۔ مسز آفندی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور سائرہ حیدر میں دوستی کا کافی گہرا اور پرانا رشتہ تھا۔ آخر دوستی کا کچھ لحاظ بھی تو رکھنا تھا۔

"تو آپ سائرہ آنٹی سے اس کے بارے میں بات کیوں نہیں کرتیں؟ وہ خود اسے سمجھائیں، وہ ایسا کیوں کرتی ہے؟" ایزد نے اپنی طرف سے انہیں مشورہ دیا۔

"وہ اسے زچ کرنے کے لیے ہی تو ایسا کرتی ہے، پہلے بھی کئی اسکولز اور اکیڈمیز سے ڈسچارج ہو کر آچکی ہے، اسی لیے سائرہ پریشان تھی۔ اس نے مجھ سے مسئلہ شیئر کیا تو میں نے اسے تسلی دی اور یقین دلایا کہ میں کاشلی کو سدھار دوں گی، وہ پڑھنے کی، اپنی عادات و اطوار بھی بدلے گی، یوں سمجھ لو کہ وہ میرے لیے ایک چیلنج تھی۔ اس نے مجھے ناکوں چنے چبوا دیے ہیں، اب تم خود سوچو ایک سال پہلے جس لڑکی کو میں نے چیلنج سمجھ کر قبول کیا تھا، کیا اب اس کی ماں سے یہ کہوں کہ میں ہار گئی اور وہ بالشت بھر کی لڑکی جیت گئی ہے.....؟"

مسز آفندی نے اپنی الجھن اپنے بیٹے کے سامنے کہی، وہ بھی ماں کا مسئلہ سمجھ گیا تھا۔

"وہ کسی قسم کے احساس کمتری کا شکار تو نہیں ہے؟"

"ارے احساس کمتری کہاں سے ہوگا.....؟ امیر ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے، اچھا پہنتی ہے، اچھا کھاتی ہے، اچھا خرچ کرتی ہے، شکل و صورت میں بھی کم نہیں ہے، رنگت سے لے کر نین نقوش تک خوبصورت اور پرکشش ہیں، شہر کے اچھے اور مہنگے ترین تعلیمی اداروں میں پڑھتی ہے، اس عمر میں اسے اور کیا چاہیے؟ ابھی بچی ہے دسویں کلاس میں پڑھ رہی ہے، اس لیے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی محبت کا مسئلہ ہے، اس لیے ایسا کرتی ہے۔ اس کی تو روٹین بھی بالکل تیر کی طرح سیدھی ہے، گھر سے اسکول اور اسکول سے گھر، فٹ بال کھیلنا یا پھر سائیکلنگ کرنا، بس اس کے علاوہ تو اس کا کوئی اور شوق اور مصروفیت بھی نہیں ہے۔"

ایزد کے سوال پہ انہوں نے تفصیلی جواب دیا۔ وہ چپ ہو گیا۔

"لیکن مام! کہیں نہ کہیں کوئی کمی ضرور ہے [illegible] وے لیس ٹاپک پہ پھر کبھی بات کریں گے۔ ابھی [illegible] میرے ساتھ گھر چلیں ڈیڈ انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ سر جھٹک کر کہتے ہوئے کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مسز آفندی کے موبائل پہ بیپ شروع ہو گئی۔ انہوں نے موبائل اٹھا کر اسکرین پہ نمبر دیکھا، بے ساختہ مسکرا دیں۔

"چلو چلتے ہیں تمہارے ڈیڈ کچھ زیادہ ہی بے چین ہو گئے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے خود بھی کرسی سے اٹھ گئیں اور اپنا موبائل اور بیگ وغیرہ لے کر ایزد کے ساتھ ہی باہر نکل آئیں۔

یہ اکیڈمی اسلام آباد کے مہنگے ترین اور معیاری تعلیمی اداروں میں شمار کی جاتی تھی۔ اس اکیڈمی کی ترقی اور کامیابی کے پیچھے مسز آفندی کی دن رات کی محنت اور لگن کا ہاتھ تھا۔ سب کچھ اپنے بل بوتے پہ قائم کیا تھا اور آج وہ بہت مطمئن اور کامیاب تھیں کیونکہ ان کی اکیڈمی بہترین تعلیمی اداروں میں شمار ہوتی تھی۔

کلاس رومز کے سامنے بنے کوریڈور سے گزر کر دونوں ماں بیٹا لان میں بنی سرخ بجری کی روش پہ آگئے اور یونہی اپنے دھیان میں آگے قدم بڑھاتے ایزد کی نگاہ بائیں طرف بنے پلے گراؤنڈ کی سمت اٹھی تو قدم تھم گئے۔

"مام! وہ لڑکی کون ہے.....؟" اس نے پلے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلتی لڑکی کی سمت اشارہ کیا جو اپنے کھیل میں ایسی جنونی ہو رہی تھی کہ آس پاس کا بھی ہوش نہیں تھا۔

"یہی تو ہے کاشلی.....!" جتنا نام عجیب تھا اتنی ہی وہ خود بھی عجیب تھی۔ ایزد کی آنکھوں میں دو روز پہلے کا منظر گھوم گیا، جب وہ سڑک کے بیچوں بیچ کھیل رہی تھی اور وہ ہارن پہ ہارن دے رہا تھا۔

"اور ہاں.....! آئندہ میں کھیل رہی ہوں تو مجھے ڈسٹرب مت کرنا" ایزد کو اس کی وارننگ بھی اچھی طرح یاد تھی۔ وہ اسے پہلے دن ہی کافی عجیب اور سرپھری لگی تھی لیکن اب تو دلچسپ بھی لگ رہی تھی۔

"میں اپنا نقصان ہی تو کرنا چاہتی ہوں....." اسے اس کی ایک اور بات یاد آئی اور وہ زیر لب بڑبڑا کے رہ گیا۔

"اچھا! تو اس چیز کا نام ہے کاشلی....." اس کی سوچ بہت اونچی بہت دور تک اڑان بھر چکی تھی، وہ سچ مچ ایک چیلنج ہی تھی، مسز آفندی کے لیے بھی اور ایزد آفندی کے لیے بھی..... محض ایک چیلنج!

✲ ✲ ✲

"نہیں نے تمہیں ملک شیک لانے کو کہا تھا۔" وہ ملازمہ کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس دیکھ کر غصے میں آگئی۔

"وہ میڈم نے کہا ہے کہ آپ کی طبیعت خراب ہے آپ کو ملک شیک کے بجائے دودھ پینا چاہیے۔ ایسے بخار میں ٹھنڈا جوس اچھا نہیں ہوگا۔" ملازمہ نے ملک شیک نہ لانے کا جواز دیا۔

"چلی جاؤ یہاں سے، مجھے کچھ بھی نہیں لینا، آئی سے گیٹ لاسٹ فرام ہیر۔" وہ دھاڑنے لگی تھی۔ ملازمہ کو ہنوز کھڑے دیکھ کر اس نے دودھ کا گلاس اٹھا کر دیوار پر دے مارا اور ملازمہ اس کا ایسا جنونی انداز دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہوئے باہر کو بھاگی تھی لیکن اسی لمحے سائرہ حیدر اس کے بیڈ روم میں داخل ہوئیں۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟" انہوں نے فرش پر بکھرے کانچ کے ٹکڑے اور دودھ دیکھ کر سختی سے پوچھا۔

"یہ تماشا نہیں اس ایڈیٹ کو وارننگ ہے کہ آئندہ میرے لیے وہی چیز لے کر آئے جو میں کہوں" وہ بھی بدلحاظی میں کچھ کم نہیں تھی۔

"اسے دودھ لانے کو میں نے کہا تھا۔ بخار میں ملک شیک پیو گی تو اور بیمار ہو جاؤ گی ٹھنڈا ملک شیک ہڈیوں میں اتر جائے گا تمہارے۔"

"تو اتر جائے، کیا ہوگا مر جاؤں گی یا بیمار ہو جاؤں گی، ویسے بھی بیمار تو میں اب بھی ہوں۔" اس نے بےزاری سے جواب دیا، لہجہ وہی ازلی ہٹ دھرمی سے بھرا ہوا تھا۔

"بیمار بھی تم اپنی حرکتوں کی وجہ سے ہوئی ہو۔ کس نے کہا تھا کہ یوں شدید سردی اور دھند میں بغیر کسی گرم کپڑے کے سڑکوں پہ گھومتی پھرو؟" وہ اسے سرزنش کر رہی تھیں۔

"ہاں! آج تک جو کچھ بھی ہوا ہے، میری حرکتوں کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"کاشلی.....! اپنی حد میں رہا کرو۔"

"میں اپنی حد میں ہی رہتی ہوں۔ آپ اپنی حد سے نکل کر میری حد میں آجاتی ہیں، میں اگر آپ کی حد میں مداخلت نہیں کرتی تو آپ بھی میری حد میں مداخلت مت کیا کریں۔" اس نے ماں کو بدتمیزی سے جواب دیا۔ سائرہ حیدر زچ ہو گئیں۔

"پلیز! اور کچھ مت کہیے گا، میں اگر پیوں گی تو ملک شیک ہی پیوں گی ورنہ کچھ نہیں پیوں گی۔" وہ کہہ کر کمبل سے اٹھی، جوگرز پہنے، پونی ٹیل باندھی اور دندناتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"کاشلی رکو! بات سنو....." انہوں نے پیچھے سے آواز دی لیکن وہ دھڑ دھڑ کرتی سیڑھیاں اتر گئی تھی۔ اس کا رخ گیراج کی سمت تھا۔ اس نے اپنی سائیکل نکالی اور گیٹ عبور کر گئی۔

✲ ✲ ✲

آج بھی شہر میں معمول کے مطابق سردی عروج پر تھی اور دھند نے الگ آفت مچا رکھی تھی۔ اسلام آباد میں تو سردی اور دھند کی کچھ زیادہ ہی گمبھیر تہہ چھائی ہوئی تھی۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی کپکپی سی چھا جاتی تھی لیکن کشمالہ موسم کی سنگینی سے لاپرواہ بے حسی کا مظاہرہ کرتی سائیکل لے کر روڈ پہ آگئی۔ صبح کے سات بجے کا وقت تھا اور موسم کی وجہ سے دور دور تک زندگی میں کوئی ہلچل نہیں تھی، پھر بھی وہ سائیکلنگ

Scanned By IJAZ AHMED
FriendsKorner.com
www.paksociety.com
www.paksociety.com

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتی رہائشی علاقے سے کافی دور آگئی تھی۔ سرخ دھند کے تھپیڑے اس کے گلابی چہرے کو سفید برف کی سی رنگت عطا کرتے ہوئے گزر رہے تھے، ہاتھوں کی انگلیاں سن ہو چکی تھیں مگر وہ بے حس بنی آگے ہی آگے بڑھتی جارہی تھی۔ اس کا رخ پارک کی سمت تھا۔ وہ اپنی سائیکل جاگنگ ٹریک پہ بھگانا چاہتی تھی وہ سائیکل کو ٹریک پہ لے آئی ٹریک پہ اس جیسے کئی اور سر پھرے بھی دھند اور سردی سے لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن فرق یہ تھا کہ انہوں نے باقاعدہ ٹریک سوٹ پہن رکھے تھے۔ کسی نے سر پہ اونی ٹوپی اور کسی نے مفلر لپیٹ رکھا تھا جبکہ اس نے کوئی گرم کپڑا نہیں لیا ہوا تھا، صرف سائرہ حیدر کی ضد میں……!

اپنی ہی سوچوں میں غلطاں و پیچاں وہ جاگنگ ٹریک پہ سائیکل بھگا رہی تھی، جب اچانک ایک ٹریک سے دوسرے ٹریک پہ آتے ہوئے وہ کسی "جان دار چیز" کو ایک دھماکے دار ٹکر مار بیٹھی تھی اور دوسرے ہی پل اس زوردار تصادم پہ وہ دھڑام سے زمین پہ آرہی تھی۔ اس کی چیخ بے ساختہ اور بہت بلند تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس جان دار چیز کو بھی زمین بوس ہونا پڑا تھا۔ کمشالہ خود اپنی ہی سائیکل کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ اس کا سر زمین سے اتنی زور سے ٹکرایا تھا کہ یک دم تیزی سے خون کا فوارہ بہہ نکلا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ آپ دیکھ کر نہیں چل……" ایزد نے زمین سے اٹھ کر سنبھلتے ہوئے غصے سے سائیکل سوار کو دیکھا۔ لیکن اس کی صورت دیکھنے سے قبل ہی روش پہ بہتے خون کی روانی دیکھ کر اس کے سخت الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ وہ اپنا غصہ بھول کر تیزی سے جھکا اور اس کے اوپر گری سائیکل کو اٹھا کر پرے پھینکا اور جلدی سے اسے کندھوں سے تھام کے سیدھا کیا اور پھر بری طرح چونک گیا تھا۔

"آپ؟" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کراہتی کشمالہ کو حیرت سے دیکھا۔ وہ اپنی پیشانی پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھی مگر خون کی دھار ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان سے راستہ بنا کر بہتی جارہی تھی۔ اس کے رخسار، گردن اور قمیص خون سے بھیگ رہے تھے۔

"پاپا!" دم توڑتے حواسوں میں اس نے اپنے باپ کو پکارا تھا۔ ایزد نے اس کے لبوں سے نکلنے والے اس لفظ کو سرسری طور پر سنا مگر اپنی یادداشت میں کافی سنجیدگی سے محفوظ کیا۔

"کشمالہ! آنکھیں کھولو۔" اس نے اس کا رخسار تھپک کر متوجہ کرنا چاہا مگر اس کے اعصاب جواب دے چکے تھے۔ شدید بخار سے ہونے والی نقاہت اور شدید چوٹ سے ہونے والے درد نے اسے بے دم کر دیا تھا۔ آس پاس کچھ لڑکیاں اور مرد بھی جمع ہو چکے تھے۔ ایزد اسے اٹھا کے پارک سے باہر اپنی گاڑی میں لایا ایک آدمی نے اس کی سائیکل لا کر ایزد کے حوالے کی وہ اسے لے کر سیدھا ہسپتال چلا آیا۔

☆ ☆ ☆

کشمالہ کے گھر سے نکلنے کے بعد سائرہ حیدر بھی گھر سے چلی گئی تھیں ان کی فلائیٹ کا ٹائم ہو چکا تھا انہیں دبئی جانا تھا۔ ایزد نے مسز آفندی سے ان کے گھر کا فون نمبر لے کر فون کیا تو ملازمہ سے پتا چلا کہ وہ جاچکی ہیں لہٰذا کشمالہ کی ذمہ داری خود ایزد کو ہی اٹھانا پڑی۔ مسز آفندی اکیڈمی جانے کے لیے تیار تھیں اس لیے فون پہ ہی ایزد کو اس کا خیال رکھنے کی تاکید کر کے اکیڈمی چلی گئیں اور وہ ٹریک سوٹ میں ملبوس ہسپتال کی راہداری میں ٹہلتا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ڈاکٹر نے اسے اطلاع پہنچائی۔

"آپ کی پیشنٹ ہوش میں آچکی ہیں۔" اطلاع ملتے ہی کمرے کی طرف بھاگا۔ اس کے ہاتھ میں لگی ڈرپ بھی ختم ہو چکی تھی۔

"آپ اپنی پیشنٹ کو گھر لے جاسکتے ہیں، اب وہ بہتر ہیں۔" ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق نرس نے اسے بتایا تو وہ سر ہلا کر اس کی طرف آگیا۔

"ہیلو! کیسی طبیعت ہے اب……؟" وہ کافی نرمی اور رسان سے پوچھ رہا تھا۔ کشمالہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ کون……؟" چہرہ کچھ دیکھا دیکھا سا لگ رہا تھا لیکن فوری طور پہ کچھ یاد نہیں آیا تھا کہ کہاں دیکھا ہے۔

"میں وہی ہوں جسے آپ نے پہاڑ سمجھ کر ٹکر ماری تھی۔" ایزد کے انداز میں ہلکی سی شرارت تھی۔

"اوہ میری سائیکل آپ سے ٹکرائی تھی؟" وہ پریشان ہو گئی۔ "لیکن میں یہاں کیسے؟" اس نے ہسپتال کے در و دیوار دیکھے۔

"آپ کو وہی پہاڑ اٹھا کر لایا ہے۔" اس نے شانے اچکا کے کہا۔

"لیکن میں تو……" اس نے مزید کچھ کہنا چاہا مگر ایزد نے روک دیا۔

"اب سارے سوال یہاں ہی بیٹھے بیٹھے کر لیں گی یا گھر بھی چلیں گی؟"

اس نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن وہ کوشش کے باوجود اپنے دونوں پاؤں پہ کھڑی نہ ہو سکی۔ ایک پاؤں میں یقیناً "موچ" آچکی تھی۔

"آیئے میں آپ کو گاڑی تک ساتھ لے چلتا ہوں۔" اس نے کشمالہ کو سہارا دینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن وہ بدک گئی تھی۔

"نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔" اس نے انکار کر دیا۔

"او کے! ایز یو وش، جائیے، شوق سے جائیے۔" اس نے لاپروائی سے کہہ کر اسے راستہ دیا۔ کشمالہ نے دو تین قدم اٹھائے لیکن لنگڑاتے ہوئے، جس کی وجہ سے درد کی اذیت سے اس کے ماتھے پہ سردی میں بھی پسینہ آگیا تھا۔ وہ بمشکل کمرے کے دروازے تک پہنچی تھی۔

"رہنے دیجئے میم……! آپ کو اٹھا کر یہاں تک لا سکتا ہوں تو آپ کو لے کر آپ کے گھر تک بھی جا سکتا ہوں۔"

اس نے آگے بڑھ کے کشمالہ کا بازو پکڑ لیا اس کا جسم ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔ ایزد بمشکل اسے سہارا دے کر اپنے ساتھ گاڑی تک لایا۔ وہ گاڑی کے قریب آکر ٹھہر گئی جیسے گاڑی میں بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

"یہ میری ہی گاڑی ہے، کرائے کی یا پھر چوری کی نہیں ہے، تھوڑی دیر پہلے آپ اسی گاڑی میں سفر بھی کر چکی ہیں۔ یقین نہیں آتا تو پچھلی سیٹ دیکھ لیں، آپ کا خون ابھی بھی تازہ ہے۔ مجھے اب گاڑی بھی واش کروانی پڑے گی۔" ایزد نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے میم! خدا کے لیے اب بیٹھ جائیے۔ آپ کو میرے ساتھ ہی جانا ہے، آپ کو لینے کے لیے کوئی بھی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کی مام دبئی کے لیے نکل چکی ہیں۔" ایزد کے جھنجلائے ہوئے انداز پہ کشمالہ نے چونک کر دیکھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میری مام دبئی کے لیے جاچکی ہیں؟"

"بتاتا ہوں، آپ کو سب بتاتا ہوں، پہلے گاڑی میں تو بیٹھیے۔" اس نے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا اور کشمالہ چند سیکنڈ سوچنے کے بعد گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ گھوم کر دوسری طرف سے آیا اور ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے روڈ پہ ڈالتے ہوئے اطمینان سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں تو مس کشمالہ حیدر! کیا کہہ رہی تھیں آپ؟" اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا، وہ الجھی الجھی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو میرے نام کا کیسے پتا چلا؟" اس کا سوال بدل چکا تھا۔

"کیا بتاؤں؟ آپ کے نام کا کیسے پتا چلا؟ یا آپ کی مام کا کیسے پتا چلا؟" وہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

"دونوں بتائیں۔"

"ہوں، اوکے! دونوں ہی بتا دیتا ہوں، دراصل اتفاق سے ہم دونوں ایک ہی ٹاؤن کے رہنے والے ہیں۔ پہلے کبھی اس لیے سامنا نہیں ہوا کہ میں کراچی اپنی ننھیال میں ہوتا تھا۔ حال ہی میں واپس اسلام آباد آیا ہوں۔ یہاں اسلام آباد میں میرے ڈیڈ اپنا بزنس چلا رہے ہیں اور مام اکیڈمی، وہی اکیڈمی جہاں آپ آج

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کل زیر تعلیم ہیں، آئندہ آپ کے کیا ارادے ہیں یہ میں نہیں بتا سکتا، بہرحال میں اتنا جانتا ہوں کہ آپ کچھ عرصہ میں اس اکیڈمی سے نکلنے والی ہیں، کیونکہ میری ماما یہ ہی کہہ رہی تھیں 'اب اور نہیں۔"

اس نے رسانیت سے اسے سب بتایا۔ وہ آنکھیں پھیلائے حیران پریشان سی ایزد کو دیکھ رہی تھی تو گویا وہ مسز آفندی کا بیٹا تھا؟

"آپ کافی ذہین ہیں 'یقیناً" آپ میرے اس لمبے چوڑے تعارف سے جان چکی ہوں گی کہ میں کون ہوں؟ اور یہ کہ مجھے آپ کے نام کا اور آپ کی ماما کا کیسے پتا چلا؟ میں تو آپ کو اتنے دنوں سے جانتا ہوں بس، آپ ہی مجھے نہیں جانتیں۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور کشمالہ ہکابکا سی اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔

"میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ فٹ بال بہت شوق سے کھیلتی ہیں، لیکن افسوس کہ اکیلی کھیلتی ہیں۔" وہ بے چارگی سے کہہ رہا تھا۔ کاشلی کو مزید حیرانی ہوئی تھی۔

"ویسے آپ فٹ بال شوق سے کھیلیں لیکن پلیز روڈ پہ مت کھیلا کریں۔" اس کی بات پہ کشمالہ کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا۔ اسے چند روز پہلے والا واقعہ یاد آگیا اور اس یاد میں ایزد کی صورت واضح ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے یہ الجھن بھی مٹ گئی کہ اسے دیکھا ہے تو کہاں دیکھا ہے؟

ایزد نے ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر دیکھا تو وہ آنکھیں پھیلائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی اس قدر حیرانی پہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"حیران کرنے والا شخص جب خود حیران ہوتا ہے تو بہت دلچسپ لگتا ہے، جیسے آپ۔" اس نے شرارت سے متبسم لہجے میں کہا تو کشمالہ چونک کر نظریں پھیرنے پہ مجبور ہو گئی تھی۔

"کیوں مس کشمالہ! میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟" وہ اس کی چپ محسوس کرکے دوبارہ اس سے استفسار کر رہا تھا۔

"ارے ہیلو! کچھ تو کہیں، میں اکیلا ہی بولے جارہا ہوں؟" ایزد نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ اس نے کھڑکی سے نظریں ہٹا کر ایک بار پھر ایزد کی سمت دیکھا۔

"آپ کو میرے بارے میں میری ماما سے پتا چلا ہے یا اپنی ماما سے؟" اسے رہ رہ کر نہ جانے کیا کیا خیال آرہے تھے، ایزد اس کی سوچ پڑھ چکا تھا۔

"مجھے آپ کے بارے میں نہ اپنی ماما سے پتا چلا ہے نہ آپ کی ماما سے، بلکہ مجھے تو آپ کے بارے میں آپ کی ٹیچرز اور کلاس فیلوز سے پتا چلا ہے۔ اس روز جب آپ نے رانیہ نام کی لڑکی کو اپنی فٹ بال سے مار مار کر زخمی کر دیا تھا' اتفاقاً" اس روز میں بھی وہیں تھا۔"

ایزد نے جان بوجھ کر رانیہ کا حوالہ دیا' تاکہ اسے اپنے کیے کا احساس تو دلا سکے اور سچ کشمالہ کی نظریں اس کی بات پہ جھک گئی تھیں یعنی اسے واقعی شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

"ویسے مجھے آپ کی بہادری پہ بڑی حیرانی ہوئی تھی، اتنے سارے لوگوں میں آپ نے اس لڑکی کو پیٹ کے رکھ دیا، ویل ڈن۔"

پتا نہیں وہ طنز کر رہا تھا یا مذاق اڑا رہا تھا۔ کشمالہ کچھ بھی سمجھ نہیں سکی تھی۔ اس نے کشمالہ کے گھر کے گیٹ کے سامنے ہارن دیا تھا۔ چند سیکنڈ میں ہی چوکیدار نے گیٹ کھول دیا' وہ گاڑی اندر لے گیا۔ روش پہ گاڑی رکی تو اس نے فوراً" اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول لیا۔

"آرام سے، آرام سے، میں آپ کو کھا تو نہیں جاؤں گا بھاگنے کی اتنی جلدی کیوں ہے؟"

وہ گاڑی سے اتر کر تیزی سے اس کی سائیڈ پہ آیا اور اسے سہارا دے کر گاڑی سے اترنے میں مدد دی۔ وہ انکار کرنا چاہتی تھی، لیکن اسے یہ بھی پتا تھا کہ اتنے شدید درد کی وجہ سے وہ خود چل نہیں پائے گی، اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی چپ ہو گئی تھی۔ داخلی دروازے کے سامنے والا حصہ اور کوریڈور عبور کرکے وہ ڈرائنگ روم تک پہنچے۔ ایزد اس کے ساتھ آہستہ آہستہ جھک

کے چلنے کی وجہ سے خود بھی تھک گیا تھا اسی لیے اسے ڈرائنگ روم کے صوفے پہ بٹھا کر بمشکل سیدھا ہوا۔

"اف، لگتا ہے گردن اکڑ گئی ہے۔" اس نے اپنی گردن سہلائی۔

"ارے چھوٹی بی بی کو کیا ہوا؟" ان کی ملازمہ اندر آئی تو کشمالہ کے ماتھے پہ سفید پٹی بندھی دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"بس! آپ کی چھوٹی بی بی کو شوق ہوا تھا اور دیوار سے ٹکریں ماری اور دیوار سے ٹکر مارنے پہ یہ تحفہ تو ملے گا نا؟" ایزد مسلسل غیر سنجیدگی سے بات کر رہا تھا اور کشمالہ مسلسل چپ تھی' وہ اس بندے کو کہتی بھی تو کیا؟

"مس کشمالہ حیدر! میں جانتا ہوں آپ اس وقت دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہی ہیں اور یہ ہی سوچ رہی ہیں کہ یہ عذاب کب ٹلے؟ لہٰذا آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں جارہا ہوں، مسلسل چار گھنٹوں سے آپ کی تیمارداری کر رہا ہوں، مگر پھر بھی آپ کی بے رونق اور سڑیل شکل پہ شکریہ اور مہربانی کا کوئی سایہ تک بھی نہیں ہے، کوئی اور لڑکی ہوتی تو بچھ بچھ جاتی، خیر کوئی بات نہیں، میں نے سوچا تھا آپ کو گھر ڈراپ کرکے فلمی ہیروز کی طرح فرینڈ شپ آفر کروں گا، لیکن آپ کی شکل دیکھ کر ہی پتا چل رہا ہے کہ فرینڈ شپ کے لیے تو ویکنسی کا بورڈ آویزاں کر رکھا ہے آپ نے۔ اس لیے میں اپنی فرینڈ شپ کی آفر اپنے ساتھ ہی واپس لے کر جارہا ہوں، جس روز یہ نو ویکنسی کا بورڈ ہٹے گا' اس روز آفر کروں گا' اس لیے فی الحال گڈ بائے۔"

وہ روانی سے کہہ کر ماتھے تک ہاتھ لے جا کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا اور کشمالہ اس کے نان اسٹاپ بولنے اور باتوں پہ بے ساختہ اٹھنے والی مسکراہٹ نہیں روک سکی تھی' وہ واقعی زندہ دل انسان تھا' وہ اپنی تکلیف اور درد بھول کر اس کی باتوں پہ مسکرا رہی تھی اور یہ مسکراہٹ شاید اس سال کی پہلی مسکراہٹ تھی۔ وہ سال میں دو، تین بار ہی مسکراتی

تھی، کیونکہ اسے مسکرانے کے لیے کوئی بات کوئی وجہ کوئی سبب جو نہیں ملتا تھا۔ کوئی ہوتا تو اسے مسکرانے پہ اکساتا بھی۔۔۔ بس ایک سائرہ حیدر ہی تھیں اور وہ بھی اکثر اسے اس کے حال پہ چھوڑ کر چلی جاتی تھیں۔

"ماشاء اللہ آپ مسکراتی بھی ہیں؟" ایزد ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے اطمینان سے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا' کشمالہ سٹپٹا گئی۔

"ڈونٹ وری! مسکراتی رہیے، میں تو بس یہ کہنے آیا تھا کہ آپ کا نام بہت خوب صورت، بہت پیارا ہے' کشمالہ۔۔۔ یہ غالباً" فارسی کا لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے پھولوں کی لڑی یعنی پھولوں کا ہار' اور آپ کا نک نیم بھی بہت اچھا ہے کاشلی مطلب نفع بخش۔"

وہ کتنے سکون سے کھڑا اس کے نام کی تعریف کیے جارہا تھا اور کشمالہ عرف کاشلی حیرانی سے دیکھ رہی تھی اپنے نام کا مطلب وہ خود بھی نہیں جانتی تھی، اس نے تو اس کی عرفیت تک کے معنی بتا دیے۔

"اور مزے کی بات یہ ہے کہ اپنے نام کی طرح آپ خود بھی بہت پیاری ہیں، بس اپنے ماتھے پہ بڑی غصے اور ناگواری کی شکنیں ہٹا دیں تو اور بھی اچھی لگیں گی۔ اینی وے! اب پکا پکا جارہا ہوں، ہو سکا تو کل پھر آؤں گا' آپ کی عیادت کے لیے، لیکن وعدہ نہیں کرتا۔"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر اسے ہاتھ ہلاتے ہوئے پلٹ کر چلا گیا تھا اور کشمالہ اسے ہی سوچتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

دوسرے دن صبح ہی صبح نہ چاہتے ہوئے بھی لاشعوری طور پہ۔ اسے ایزد کا انتظار تھا' مین ڈور کی بیل بجی تو وہ اپنے بیڈ روم میں تھی' پاؤں کی موچ کی وجہ سے خود بیڈ روم سے نکل کر باہر بھی نہیں آسکتی تھی۔

"فریدہ۔۔۔ فریدہ!" اس نے اونچی آواز میں ملازمہ کو پکارا، لیکن وہ اوپر اپنے کمرے میں تھی اور فریدہ نیچے کام کر رہی تھی' بند کمرے سے اس کی آواز نیچے کیسے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچتی۔ وہ کمبل ہٹا کر خود ہی اٹھی اور ایک پاؤں کا سہارا لے کر بمشکل درد ضبط کرتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"فریدہ!" اس نے ریلنگ کے قریب آکر دوبارہ آواز دی۔

"جی چھوٹی بی بی! آپ نے بلایا ہے؟" وہ بھاگی آئی تھی۔ "باہر مین ڈور کی بیل بج رہی تھی، کون تھا؟" اس نے اشارہ کر کے پوچھا۔

"چھوٹی بی بی صاحبہ، وہ چوکیدار اخبار اور میگزین دے کر گیا ہے، اسی نے بیل بجائی تھی۔" فریدہ کے جواب پہ اس کا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

"ہوں! ٹھیک ہے، جاؤ تم اپنا کام کرو۔" اس نے آہستگی سے سر ہلا کر کہا اور پلٹ کر اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ باتھ روم میں جا کر برش کیا اور پیشانی سے نیچے کا چہرہ دھو کر باہر نکل آئی، کیونکہ پیشانی پہ پٹی بندھی ہوئی تھی، اس لیے پیشانی نہیں بھگو سکتی تھی۔ پھر کپڑے تبدیل کیے اور بڑی مشکل سے فریدہ کے ساتھ نیچے اتر آئی، فریدہ اس کا ناشتا لگا چکی تھی۔

"رات کو میڈم کا فون آیا تھا۔"

"تو...؟"

"آپ کا پوچھ رہی تھیں۔"

"پھر...؟"

"میں نے کہا کہ آپ کو بہت گہری چوٹ لگی ہے، بہت خون بہا ہے، ڈاکٹر نے ٹانکے بھی لگائے ہیں۔" ملازمہ نے تفصیل بتائی۔

"پھر...؟" "وہ بہت پریشان ہوئی تھیں۔"

"پھر...؟" اس کے پھر نے فریدہ کو خاموش کروا دیا۔

"بتاؤ نا پھر کیا کہا انہوں نے؟" کاشلی جان بوجھ کر پوچھ رہی تھی۔

"پھر کیا کہنا تھا انہوں نے؟ فون بند کر دیا، کہہ رہی تھیں چھوٹی بی بی کا خیال رکھنا صبح فون کروں گی۔"

"ہونہہ! میں بھی یہ ہی سننا چاہتی تھی، وہ اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھیں، تم اگر ان سے یہ کہتیں کہ کشمالہ کا سر کٹ گیا ہے، تب بھی وہ کہتیں اس کے سر کا خیال رکھنا، میں دوبارہ فون کروں گی۔"

اس نے تلخی سے کہتے ہوئے سر جھٹکا اور ناشتا کرنے لگی۔ اتنے میں فون بجنے لگا، فریدہ تیزی سے لاؤنج میں رکھے سیٹ کے پاس گئی۔

"ہیلو...."

"جی وہ گھر پہ نہیں ہیں۔" کشمالہ، فریدہ کی آواز باآسانی سن رہی تھی۔

"وہ میڈم کے ساتھ دبئی گئی ہیں۔" اب کی بار کشمالہ کے کان کھڑے ہو گئے، وہ تیزی سے کرسی دھکیل کر کھڑی ہو گئی اور تکلیف کے باوجود لاؤنج میں پہنچ گئی، ناشتا یوں ہی ادھورا پڑا تھا۔

"فون بند مت کرنا۔" کاشلی نے تیزی سے آواز دی، لیکن فریدہ نے فون رکھ دیا تھا۔

"وہ جی! رانگ کال تھی۔" اس نے بہانا گھڑا۔

چٹاخ... کاشلی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اسے زناٹے دار تھپڑ دے مارا۔

"ایڈیٹ! یہ رانگ کال نہیں میرے پاپا کا فون تھا اور تم ان سے جھوٹ بول رہی تھیں کہ میں گھر پہ نہیں ہوں۔" وہ سانپ کی طرح پھنکار رہی تھی، اس کا دل چاہ رہا تھا وہ فریدہ کا ٹکڑے ٹکڑے قیمہ بنا دے۔

"چھوٹی بی بی! وہ میڈم نے منع...."

"دفع ہو جاؤ یہاں سے، ورنہ میں تمہارا گلا دبا دوں گی۔"

وہ فریدہ کو سچ مچ مار دینے کے درپے ہو رہی تھی اور فریدہ کو پتا تھا کہ وہ گھر میں اکیلی ہے، کوئی چھڑانے والا بھی نہیں، اسی لیے فوراً وہاں سے ہٹ گئی، لیکن کشمالہ کا افسوس پھر بھی کم نہیں ہوا، وہ وہیں صوفے پہ بیٹھ کر رونے لگی۔

کتنے دن ہو گئے تھے اس نے شاہ نواز حیدر کی آواز نہیں سنی تھی، نہ ہی وہ اسلام آباد آئے تھے، وہ اندر ہی اندر انہیں کتنا یاد کرتی تھی، یہ اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا، آج ان کے فون کا پتا چلا تو وہ ایک دم خوش ہو اٹھی تھی، لیکن اس ایک پل کی خوشی کو فریدہ نے ریسیور کریڈل پہ رکھ کے ختم کر دیا تھا اور اس کا بس

نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا سے کیا کر ڈالے؟

"گڈ مارننگ!" اچانک لاؤنج کے دروازے سے ایزد آفندی کی آواز ابھری تھی۔ کشمالہ نے چونک کر دیکھا تھا، البتہ یہ اور بات تھی کہ ایزد بھی اسے دیکھ کر چونک گیا تھا، کیونکہ وہ رو رہی تھی۔ اس کے گلابی رخسار آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے اور آنکھوں کی تیکھی کاٹ بے بسی میں ڈھلی ہوئی لگ رہی تھی۔ ایزد کو یہ کشمالہ پہلے چند دنوں والی کشمالہ سے بہت مختلف لگی۔

"کشمالہ حیدر کی آنکھوں میں آنسو؟" وہ قریب آتے ہوئے حیرت سے پوچھ رہا تھا۔ "آنسوؤں کے نصیب اتنے اچھے کب سے ہو گئے؟"

"اوئے ہوئے! سیلاب لانے کا ارادہ ہے کیا؟ ملک کے حالات تو پہلے ہی اتنے خراب ہیں کہ سیلاب برداشت نہیں ہو گا غریبوں سے۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے اسے متوجہ کیا۔

"ارے! صبح صبح گھر میں رونا دھونا، مجھے امید تو نہیں تھی کہ تم یہ کام بھی کر لیتی ہو۔" وہ اسے بہلانے کے سب جتن کر رہا تھا، لیکن اس کے آنسوؤں کی روانی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

"دیکھیے محترمہ! مجھے آفس جانا تھا، لیکن پھر بھی اپنی مصروفیت سے آپ کے لیے ٹائم نکال کر فلاور شاپ پہ گیا، آپ کے لیے تازہ پھولوں کا بکے بنوا کے لایا ہوں، صرف اس لیے کہ آپ بھی ان پھولوں کی طرح فریش اور ہشاش بشاش ہو جائیں، لیکن آپ ہیں کہ مجھے لفٹ ہی نہیں کروا رہیں، لہٰذا بہتر یہ ہی ہے کہ آپ آرام سے بیٹھ کر اپنا شوق پورا کریں اور میں چلا جاؤں۔" وہ بکے اس کی گود میں ڈال کے کھڑا ہو گیا۔

"رکیں پلیز!" کشمالہ بے ساختہ بولی۔

"کس لیے رکوں؟ آپ کو روتا دیکھنے کے لیے؟" وہ استہزائیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ایم سوری۔" اس نے آہستگی سے سوری کہا تو ایزد نے سر جھٹک دیا۔

"دیٹس گڈ! یہ لیں، اس نے ٹشو باکس سے دو، تین ٹشو کھینچ کے اس کی سمت بڑھا دیے، تاکہ وہ اپنا چہرہ پونچھ سکے۔

"ویسے میں نے ایک بات نوٹ کی ہے ماڈرن لڑکیوں کے پاس دوپٹہ نہیں ہوتا، اس لیے انہیں ٹشو ضائع کرنا پڑتے ہیں، جبکہ دوسری لڑکیوں کو بڑی سہولت رہتی ہے وہ دوپٹے کی صورت میں اتنا بڑا ٹشو ساتھ لیے پھرتی ہیں، وقت پڑنے پہ آنسو بھی پونچھ لیتی ہیں اور منہ بھی صاف کر لیتی ہیں، ان کا کام بھی ہو جاتا ہے اور ٹشو بھی ضائع نہیں ہوتا۔"

اس کی بات پہ کشمالہ روتے روتے ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی اتنی بے ساختہ تھی کہ ایزد ٹھہر کے دیکھنے پہ مجبور ہو گیا تھا اور کشمالہ اسے اپنی سمت دیکھتے پا کر قدرے چپ ہو گئی تھی۔

"ویسے میں نے ایک اور بات نوٹ کی ہے۔" ایزد نے تمہید باندھی، جس پہ کشمالہ نے بے ساختہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ ہی کہ آپ روتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہیں، لیکن ہنستے ہوئے تو اور بھی اچھی لگتی ہیں، یعنی آپ کا ہنسنا بھی کمال ہے اور رونا بھی۔" وہ اسے ستائشی نظروں سے دیکھ کر کہہ رہا تھا، اس نے سر جھکا لیا۔

"بائی دے وے! آپ یہ بتائیں پاؤں کی موچ ٹھیک ہوئی یا نہیں؟" وہ سر جھٹک کر اس کے قریب آگیا تھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"میں ٹھیک کر دوں؟" وہ اجازت لے رہا تھا۔

"کیسے...؟"

"وہ میرا کام ہے، آپ یہ بتائیں کہ موچ ٹھیک کروانی ہے یا نہیں؟" اس نے اثبات میں جواب دیا۔

"اوکے! اب نہیں ہو گی۔" وہ اس کے سامنے نیچے قالین پہ پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ جھجک گئی۔

"آپ کے پاؤں کی موچ ٹھیک کرنے لگا ہوں۔" اس نے کاشلی کے سوجے ہوئے پاؤں کو ہاتھ سے دباتے ہوئے چیک کیا اور کاشلی درد سے کراہ اٹھی۔

"ڈونٹ وری! تھوڑا سا درد تو سہنا ہی پڑے گا۔" وہ

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے پاؤں کو ٹخنے سے سہلا رہا تھا۔ کشمالہ بمشکل ضبط کیے درد برداشت کرتی رہی اور یوں ہی سہلاتے سہلاتے ایزد نے اس کا پاؤں اک جھٹکے سے ہلا کر کھینچا تھا اور کاشلی پوری قوت سے چیخ اٹھی، فریدہ بھاگتی ہوئی لاؤنج میں آئی۔

"ٹھیک ہوگیا ہے آپ کا پاؤں، لیکن ابھی تھوڑی دیر اور چلنے کی کوشش مت کیجیے گا۔ کسی گرم چیز سے ٹکور کریں، سوجن اتر جائے گی۔" وہ اٹھ کر صوفے پہ جا بیٹھا اور کشمالہ نے پاؤں میں درد کی کمی محسوس کی تھی۔

"اپنی چھوٹی بی بی کو گرم دودھ کا گلاس لا کر دو۔" اس نے ملازمہ کو اشارہ کیا۔

"گرم دودھ۔۔۔؟" فریدہ نے دہرا کے پوچھا۔

"جی گرم دودھ، مطلب نیم گرم، ہلکا گرم، آئی سمجھ؟" اس نے اچھی طرح سمجھایا۔

"جی اچھا۔" وہ کہہ کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد دودھ کا گلاس لے کر آگئی۔

"لیجیے مس کشمالہ حیدر! دودھ پی لیجیے۔" اس نے اشارہ کیا اور تعجب کی بات تھی اس نے دودھ پی لیا۔ فریدہ حیران پریشان سی ایزد کی شکل دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی۔ کشمالہ نے بچپن سے لے کر آج تک دودھ نہیں پیا تھا، چاہے وہ لوگ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلیتے اور آج؟ آج تو معجزہ ہوگیا تھا اور اس معجزے کا سبب وہ شخص تھا۔

فریدہ نے ایزد کو کئی بار پلٹ کر دیکھا۔

اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ دیر اور اس کے پاس بیٹھتا اس کے موبائل پہ رنگ ہونے لگی، وہ موبائل اسکرین پہ نمبر دیکھتے ہوئے فوراً کھڑا ہوگیا۔

"اوکے! فی الحال چلتا ہوں، میرے ڈیڈ آفس میں میرا انتظار کر رہے ہیں، آپ سے پھر ملاقات ہوگی، جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔۔۔ اوکے گڈ بائے۔"

وہ الوداعی کلمات ادا کرتا کال اٹینڈ کرتے باہر نکل گیا اور کشمالہ اپنے پاؤں کو ہلا جلا کر دیکھتی حیران ہو رہی تھی کیونکہ درد بہت حد تک کم ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اف خدایا! اس لڑکی نے ناک میں دم کر رکھا ہے، میں کیا کروں اب۔۔۔" مسز آفندی کی شکایت پہ سائرہ حیدر نے اپنا سر تھام لیا۔ وہ کل ہی دبئی سے واپس آئی تھیں اور آج مسز آفندی نے انہیں اپنے گھر بلا لیا تھا۔

"مجھے رانیہ کے پیرنٹس نے تنگ کر رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کشمالہ کو اسکول سے نکالیں ورنہ رانیہ اسکول چھوڑ دے گی۔ وہ اپنی بچی کو ایسی جگہ نہیں چھوڑ سکتے جہاں کشمالہ جیسی لڑکی ہو، جنونی اور ایب نارمل۔"

مسز آفندی نے سائرہ حیدر کو صاف صاف بتایا اور وہ جنونی اور ایب نارمل کے الفاظ سن کے بدک گئی تھیں۔

"فاخرہ! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" انہوں نے مسز آفندی کو بے یقینی سے دیکھا، انہیں شاک لگا تھا اس بات پہ۔۔۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں اور تمہیں یہ سب اس لیے بتا رہی ہوں تاکہ تمہیں پتا ہو کہ گھر سے باہر لوگ اس کے لیے کیا رائے رکھتے ہیں اور تمہیں کیا کرنا چاہیے؟" مسز آفندی نے کوئی بھی لگی لپٹی رکھنے کے بجائے انہیں دوسروں کے خیالات سے آگاہ کرنا زیادہ ضروری سمجھا۔

"مام! لوگ اکثر دوسروں کے لیے غلط رائے رکھتے ہیں۔" سیڑھیاں اترتا ایزد سنجیدگی سے بولا اور پھر ان ہی کے پاس ڈرائنگ روم میں آگیا۔

"السلام علیکم آنٹی!" اس نے سائرہ حیدر کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو بیٹا؟" سائرہ حیدر نے ایزد کو سرتاپا دیکھا کافی خوب صورت ہینڈسم نوجوان تھا، پہلے کہیں بچپن میں دیکھا تھا شاید اور اب تو پہچانا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"الحمد اللہ! بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں، آپ سنائیں کیسی ہیں؟"

"ہونہہ! میں نے کیسا ہونا ہے؟ بس ایک ہی طوق ہے گلے میں، اس نے زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔" وہ جھنجلا کر بولیں۔

"وہ طوق نہیں ہے آنٹی! وہ آپ کی بیٹی ہے۔" اس نے تحمل سے کہا۔

"بیٹی ایسی حرکتیں کرے گی تو طوق ہی کہوں گی نا؟"

"آپ اسے طوق کہیں گی تو وہ ایسی ہی حرکتیں کرے گی نا؟" اس نے برجستہ جواب دیا سائرہ حیدر ٹھٹک گئی تھیں۔

"وہ جنونی یا ایب نارمل نہیں ہے، اسے آپ نے خود ایسا بنا دیا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔"

"تم اسے جانتے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سے۔" اس نے کندھے اچکائے اور ایزد نے سب کچھ بتا دیا کہ اس کا کشمالہ سے کیسے ٹکراؤ ہوا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے تم میری ہیلپ کر سکتے ہو۔" سائرہ حیدر نے نہ جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔

"کیسی ہیلپ؟" ایزد نے چونک کے دیکھا۔

وہ کچھ اور قصہ بنا بیٹھی تھیں۔ مسز آفندی مطمئن نہیں تھیں، لیکن کہہ بھی نہ سکیں، سائرہ حیدر بس اس مسئلے کا حل چاہتی تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنے لان میں فٹ بال کھیل رہی تھی، جب ملازمہ اس کے پاس آئی۔

"ایزد صاحب کا فون ہے، آپ کو بلا رہے ہیں۔"

ملازمہ کہہ کے پلٹ گئی اور کشمالہ بال اچھالتی ہوئی اندر آگئی۔

"ہیلو!" وہ ہانپ رہی تھی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔"

"کیا کر رہی ہو؟"

"کھیل رہی ہوں۔"

"کس کے ساتھ؟"

"اکیلی۔۔۔"

"اکیلی کیوں؟"

"کوئی اور ہے ہی نہیں جس کے ساتھ کھیلوں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"میں ہوں نا، میرے ساتھ کھیلو۔"

"میں ہارنا نہیں چاہتی۔"

"تو ہرا دو، میں ہارنے کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ مجھ سے کیوں ہارنا چاہتے ہیں؟"

"تمہیں جیت کی خوشی بخشنا چاہتا ہوں۔" اس کی بھاری گمبھیر آواز نے نرم و نازک دل پہ بڑا اثر کیا تھا۔

"میری جیت کی خوشی کے لیے آپ ہار جائیں گے؟" وہ دہرا کے پوچھ رہی تھی۔

"آف کورس۔"

"تو پھر میں ایسا کھیل ہی نہیں کھیلوں گی جس میں آپ کو ہارنا پڑے۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھی۔

"میرے ہارنے سے مت ڈرو، مجھے ہار کر بھی خوشی ہوگی۔"

"لیکن مجھے آپ کو ہرا کر خوشی نہیں ہوگی نا۔" اس نے منہ بنایا۔

"تو پھر؟"

"تو پھر ایسا کریں گے ہم کھیل ادھورا چھوڑ دیں گے۔ نہ آپ ہاریں، نہ میں ہاروں" اس نے آئیڈیا دیا۔

"اوکے! یہ بھی ٹھیک ہے۔" ایزد مان گیا تھا۔

"بائی دے وے! آپ یہ بتائیں آپ نے فون کیوں کیا تھا؟" اس نے کچھ یاد آنے پہ پوچھا۔

"میرے ساتھ چلو گی؟"

"کہاں؟"

"مارکیٹ۔۔۔"

"مارکیٹ کیوں؟"

"بس ایسے کچھ شاپنگ کرنے کا موڈ ہو رہا ہے۔ سوچا تمہیں بھی ساتھ لے لیتا ہوں، آئس کریم کھلا

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوں گا۔"

"اگر میں نہ جاؤں تو؟" کشمالہ نے بات ادھوری چھوڑی۔

"تو میں سمجھوں گا تم مجھے ابھی بھی اپنا دوست نہیں سمجھتیں۔"

"تو اس میں غلط کیا ہے بھلا؟" وہ سکون سے بولی۔

"کیا۔۔۔؟" ایزد کا "کیا" اتنا چھت پھاڑ قسم کا تھا کہ کشمالہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اوکے! اوکے میں چلتی ہوں۔" وہ مان گئی اور ریسیور کریڈل پہ ڈال رکھ دیا۔

ایزد کے آنے تک وہ چینج کر چکی تھی، اس نے گیٹ پہ ہارن دیا تو اڑی چلی آئی، وہ پہلے سے فرنٹ ڈور کھولے ہوئے تھا، اس کے بیٹھتے ہی گاڑی آگے بڑھا دی۔

ان کی دوستی کو تین ماہ ہو گئے تھے اور ان تین ماہ میں ایزد بمشکل اس کو بے تکلفی کی اس راہ پہ لایا تھا کہ وہ اب اس کے ساتھ کہیں آنے جانے بھی لگی تھی۔ کبھی کبھار کوئی بات بھی ڈسکس کر لیتی تھی۔ موڈ ہوتا تو گپ شپ بھی ہو جاتی تھی اور ان باتوں کو لے کر اس میں بہت زیادہ نہ سہی، لیکن تھوڑی بہت تبدیلی ضرور آئی تھی، اس کی بے حسی کا حصار ٹوٹ چکا تھا۔

وہ موم تھی، اسے توجہ کی آنچ ملی تو پگھلنے لگی تھی اور ایزد اس پگھلے ہوئے موم سے ایک گڑیا بنانے لگا تھا، وہ اس گڑیا کو اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، ہنسنا رونا سکھا رہا تھا اور وہ گڑیا سب سیکھتی جا رہی تھی، آخر تھی جو موم کی گڑیا، بس پگھلانے کی دیر تھی اور وہ اسے دن بہ دن پگھلا رہا تھا اور دن بہ دن اس کی شکل واضح کر رہا تھا۔

ٹھیک چھ ماہ بعد ایزد کو مثبت نتائج ملے تھے، اس کا رزلٹ آؤٹ ہوا تھا اور اس نے میٹرک کے بورڈ کے امتحان میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی۔ مسز آفندی اور سائرہ حیدر خوش بھی تھیں اور بے یقین بھی، لیکن ایزد مطمئن تھا، اس نے جو سوچا تھا وہ پا لیا تھا، یہ اس کی محنت تھی۔

☼ ☼ ☼

"ایزد۔۔۔ ایزد۔۔۔ کہاں ہو؟" وہ اسے آوازیں دیتی ہوئی اندر آئی تھی۔

"خیریت بیٹا! اتنی جلدی میں کیوں ہو؟" مسز آفندی ڈائننگ روم سے نکل کر سامنے آگئیں۔

"وہ میں ایزد کی طرف آئی تھی، کہاں ہے وہ؟" اس نے ذرا جھجک کے کہا۔ ان کے گھر دندناتے ہوئے داخل ہونا خود ہی اچھا نہیں لگا تھا اسے۔

"اوپر ہے، جاؤ دیکھ لو جا کر۔" انہوں نے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ پہلے بھی ان کے گھر آتی رہتی تھی، اسی لیے زیادہ اجنبیت کا احساس نہیں تھا۔ گھر پہ کوئی بھی ہو تا وہ نوٹس نہیں لیتی تھی، لیکن مسز آفندی کو دیکھ کر ہر بار ہی جھجک جاتی تھی۔ نہ جانے کیا بات تھی اسے ان سے ہمیشہ جھجک محسوس ہوتی تھی۔

"جی۔۔۔!" وہ آہستگی سے جی کہہ کے اوپر آگئی۔ ایزد کے کمرے کا دروازہ نیم وا تھا، وہ دروازہ دھکیل کر اندر چلی گئی، اس کے بیڈ روم کا پنکھا فل اسپیڈ سے چل رہا تھا اور کمرے میں بکھری کئی فائلوں کے کاغذ پھڑپھڑا رہے تھے۔ خود وہ کشن پہ سر رکھے نیچے قالین پہ بغیر شرٹ کے اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے بہت زیادہ گرمی لگ رہی تھی، اس لیے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے لیٹ گیا تھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھی تھی تو دو، تین کاغذ اس کے پاؤں کے نیچے آگئے۔ اس نے نیچے بیٹھتے ہوئے وہ کاغذ اٹھا لیے اور یوں ہی کمرے میں بکھرے سارے پیپر سمیٹنے لگی۔ اک اک کاغذ کو ترتیب سے اکٹھا کیا اور فائل میں جمع کرنے لگی، پورے کمرے میں بکھرے کاغذ سمیٹتے ہوئے جب وہ ایزد کے قریب آئی تو نہ جانے کیا ہوا کہ اسے لگا اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی ہے۔

وہ ٹھٹک گئی تھی، اس نے ڈرتے ڈرتے ایزد کو دیکھا، وہ اوندھے منہ کافی پھیل کے لیٹا ہوا تھا۔ بالوں کا اسٹائل پنکھے کی تیز ہوا سے بے ترتیب ہو رہا تھا اور گھنی پلکیں گہری نیند کا پہرہ دے رہی تھیں، اس نے آج تک ایزد کو اس نظر سے نہیں دیکھا تھا، ہمیشہ دوست سمجھ کر اسے دوست کے دائرے میں ہی رکھا۔

لیکن آج نظروں کا زاویہ بدلا تو دوستی کا مخصوص حصار ٹوٹ گیا اور اس کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں اور ان کی دھک دھک اتنی تیز اور زوردار تھی کہ اسے لگا ایزد اس آواز پہ نیند سے جاگ جائے گا۔

وہ ہاتھوں میں پھڑپھڑاتے ہوئے کاغذ تھامے یک ٹک اسے ہی دیکھے جا رہی تھی کہ ایک کاغذ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایزد کے چہرے پہ جا گرا۔ کشمالہ نے سٹپٹا کر وہ کاغذ اس کے چہرے سے اچک لیا ایزد کاغذ کے لمس سے تھوڑا سا کسمسا کر سیدھا ہوا اور دوبارہ سو گیا، اب کشمالہ اسے با آسانی دیکھ سکتی تھی، لیکن اس کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اسے یوں دیدہ دلیری سے بیٹھ کر دیکھتی رہتی، اسے نہ جانے کیا ہوا کہ وہ اس کے تمام پیپر ٹیبل پہ پیپر ویٹ کے نیچے رکھ کے اٹھی اور دوسرے ہی پل اس کے بیڈ روم سے نکل گئی، وہ تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں اتری باہر کی طرف لپکی۔

"کاشلی، کشمالہ۔۔۔!" مسز آفندی نے اسے پکارا مگر وہ تقریباً" بھاگتی ہوئی گیٹ تک آئی اور اپنی سائیکل لے کر گیٹ کراس کر گئی۔

☼ ☼ ☼

"اتنی گہری نیند سو رہے تھے تم؟" عصر اور مغرب کا درمیانی وقت تھا جب وہ نیند سے بیدار ہوا اور شاور لے کر نیچے آیا تھا۔

"کیوں؟ خیریت؟" وہ فریج سے جوس نکالتے ہوئے بولا۔

"کاشلی آئی تھی، اوپر گئی تھی۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا، تھوڑی دیر بعد وہ تمہارے کمرے سے نکلی تو بڑی عجلت میں تھی، تیز تیز سیڑھیاں اتر کر چلی گئی۔" وہ حیرانی سے بتا رہی تھیں۔

"اچھا۔۔۔" ایزد کو بھی سن کر حیرانی ہوئی تھی۔

"کہیں ثانیہ کا فون وغیرہ تو نہیں سن لیا اس نے۔"

ایزد نے اپنا موبائل جیب سے نکال کر دیکھا جو سوتے ہوئے وہ قالین پہ ہی رکھ کے سو گیا تھا۔ اس نے اپنا موبائل چیک کیا، لیکن ثانیہ کا نمبر کہیں بھی نظر نہیں آیا تھا لہٰذا اس طرف سے تو اطمینان ہو ہی گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" مسز آفندی اس سے استفسار کر رہی تھیں۔

"ہوا تو کچھ بھی نہیں، پھر بھی میں دیکھتا ہوں کہ اسے کیا ہوا ہے؟"

وہ جوس کا گلاس خالی کر کے کچن سے باہر نکل آیا۔ مسز آفندی چپ ہو گئیں۔ وہ مسلسل کشمالہ کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ ایزد نے اپنی گاڑی نکالی اور اس کے گھر کا رخ کیا۔ اس ٹاؤن کے ایک بلاک میں ایزد کا گھر تھا اور دوسرے بلاک میں کاشلی کا گھر تھا۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ اس کے گھر میں تھا۔

"کاشلی! کاشلی! زندہ ہو۔" وہ اسے آوازیں دیتے ہوئے اوپر اس کے بیڈ روم میں چلا آیا تھا۔ وہ بیڈ پہ لیٹی دونوں بازو اپنے چہرے پہ رکھے ہوئے تھی، یوں جیسے چہرہ چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کس سے چھپ رہی ہو؟" ایزد نے آگے بڑھ کے اس کے چہرے سے بازو ہٹائے، وہ اس کے لمس سے بدک کے پیچھے ہٹی تھی۔

"ارے! کیا ہوا؟" میں نے اتنا سخت تو نہیں پکڑا۔" ایزد اس کے یوں بدکنے پہ ٹھٹکا تھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" وہ اٹھ بیٹھی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اسے حیرانی ہوئی۔

"آپ مجھے نیچے بلا لیتے۔"

"اوہ! تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ مجھے تمہارے بیڈ روم میں نہیں آنا چاہیے؟" ایزد ہونٹ سیکڑتے ہوئے بولا۔

"آف کورس۔" اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، لیکن بات وہ صاف صاف کر رہی تھی۔

"وجہ۔۔۔؟"

"بس ایسے ہی۔" اس نے نظر چراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم میرے کمرے میں کیوں گئی تھیں؟"

"آئندہ نہیں جاؤں گی۔"

"اوکے! میں بھی نہیں آؤں گا۔"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ کہہ کے واپس مڑا اور دروازہ کھول کے باہر نکل آیا۔ کشمالہ ٹھٹک گئی' وہ خفا ہو کے جا رہا تھا۔

"ایزد...!" وہ بے ساختہ ننگے پاؤں اس کے پیچھے باہر بھاگی۔

"ایزد! پلیز رکیے۔" اس نے سیڑھیاں اترتے ایزد کو دوبارہ آواز دے کر روکا لیکن وہ سنی ان سنی کرتا سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔

"ایزد!" وہ یک دم بھاگتی ہوئی آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی جیسے راستہ روک لیا ہو۔

"اب کیا ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟"

"ڈرائنگ روم میں۔"

"کیا' ڈرائنگ روم میں؟"

"ہاں تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ میں تمہیں نیچے بلا لیتا؟ یعنی مجھے ڈرائنگ روم تک ہی رہنا چاہیے اس لیے میں ڈرائنگ روم میں ہی جا رہا ہوں' تم بھی وہیں آجاؤ۔"

وہ کہہ کے سیڑھیاں اتر گیا۔ کشمالہ اپنے کہے پہ شرمندہ نہیں تھی اسی لیے چپ چاپ اس کے پیچھے آگئی۔

"بیٹھیے۔" اس نے صوفے کی سمت اشارہ کیا۔

"تھینک یو۔" وہ بیٹھ گیا۔

"کولڈ ڈرنک منگواؤں؟" اس نے دھیمے سے پوچھا' نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"میں پی کر آیا ہوں۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"آئے کیوں ہیں؟"

"یہ پوچھنے کہ تم کیوں آئی تھیں؟" وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں...؟" وہ اپنے جانے کا سوچ کر نروس ہو گئی تھی' دل کی دھڑکنیں پھر سے منتشر ہونے لگی تھیں۔

"مام بتا رہی تھیں کہ تم مجھ سے ملنے آئی تھیں اور میں سو رہا تھا۔" اس نے حوالہ دیا۔

"وہ میں دراصل کالج کے پراسپیکٹس لے کر آئی تھی' وہ دکھانے تھے آپ کو۔" اس نے بہانا ڈھونڈ ہی لیا۔

"تو کہاں ہیں پراسپیکٹس؟"

"ابھی لے کر آتی ہوں۔" وہ کہہ کے وہاں سے اٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد پراسپیکٹس لے بھی آئی تھی۔

"بیٹھو۔" ایزد نے اسے صوفے پہ بیٹھنے کو کہا' لیکن وہ اس کے برابر بیٹھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟ بیٹھو نا" وہ جھنجلا گیا۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں' آپ بتائیں کیا جانا ہے؟"

وہ ہنوز کھڑی رہی۔

"کاشلی! تمہارا دماغ کہاں پہنچا ہوا ہے؟" اب کی بار وہ ذرا سختی سے بولا تو وہ سٹپٹا گئی۔

"بیٹھ جاؤ یہاں۔" اس کے سخت تیوروں سے بوکھلا کے وہ فوراً بیٹھ گئی اور وہ پراسپیکٹس کھول کر اسے سمجھانے لگا۔

وہ کالج میں داخلہ لے رہی تھی اور بہت خوش تھی وہ ایک ایک بات ایزد سے ڈسکس کرتی تھی' لیکن اس وقت وہ اسے جو کچھ بھی سمجھا رہا تھا' کاشلی کے سر کے اوپر سے گزرتا رہا۔

"پھر کیا ارادہ ہے تمہارا؟" وہ کہتے کہتے اچانک اس کی طرف متوجہ ہوا' وہ اسے ہی ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ ایزد کے اچانک دیکھنے پہ گڑبڑا گئی۔

"ہم... میرا ارادہ؟ کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"اسی کالج میں ایڈمیشن لو گی یا کہیں اور؟"

"اسی کالج میں ایڈمیشن لوں گی' مجھے پسند ہے۔" اس نے ہامی بھری۔

"اوکے تو پھر تمام ڈاکومنٹس تیار کر لو' میں تمہارے ساتھ جا کر ایڈمیشن کروا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے' کل چلیں گے۔" اس نے فوراً سر ہلایا۔

"اوکے' پھر کل ملیں گے۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"آپ جا رہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے اس وقت میرا چلے جانا ہی بہتر

ہے۔" ایزد کچھ سمجھ کر بولا۔ وہ کاشلی کے احساسات اس کے چہرے پہ لکھے دیکھ چکا تھا۔

"کیوں؟"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔" وہ کہہ کے باہر نکل گیا اور کشمالہ گہرا سانس کھینچ کے رہ گئی۔

"یہ کیا ہوا تھا؟ دل کس ڈگر پہ چل نکلا تھا؟"

☆ ☆ ☆

"کشمالہ بیٹا۔" وہ کالج کے گیٹ سے باہر نکلی تو یکدم چونک گئی۔ یہ آواز اس کے پاپا کی تھی۔ وہ ان کی آواز لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔

"پاپا...؟" وہ بے یقینی سے شاہ نواز حیدر کی سمت پلٹی۔ "میری جان' میری کشمالہ۔" انہوں نے بازو پھیلا دیے تھے اور کشمالہ بھاگتی ہوئی آکر ان کے سینے سے لگ گئی۔

"پاپا! آپ یہاں...؟" وہ اس کی پیشانی چوم رہے تھے اور کشمالہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔

"تم سے ملنے آیا ہوں بیٹا... گھر کے نمبر پہ فون کرتا تھا تو ملازمہ فون بند کر دیتی تھی۔"

"میں جانتی ہوں پاپا' وہ ایڈیٹ ایسا ہی کرتی ہے۔"

"ادھر آؤ میرے ساتھ۔" انہوں نے گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن پاپا! وہ مام کو پتا چل گیا تو جھگڑا کریں گی۔" کشمالہ شاہ نواز حیدر کی گاڑی میں بیٹھنے کو تیار نہیں تھی۔

"ارے نہیں پتا چلے گا' اتنی فرصت کہاں ہے اسے؟ وہ تو پیسہ بنانے کی دھن میں مگن ہے۔"

انہوں نے تلخی سے کہتے ہوئے سر جھٹکا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے کو کہا۔ وہ تذبذب کا شکار تھی۔ اسے پتا تھا اگر سائرہ حیدر کو علم ہو گیا کہ وہ شاہ نواز حیدر سے ملی ہے تو وہ ہنگامہ کھڑا کر دیں گی۔

"بیٹا! بیٹھ جاؤ' کچھ نہیں ہوتا۔" انہوں نے اصرار کیا تو کشمالہ کو بیٹھنا پڑا اور اس کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"ریسٹورنٹ لے چلو۔" انہوں نے ڈرائیور سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے سامنے رک گئی' وہ اسے ساتھ لیے اندر آگئے۔

"مبارک ہو بیٹا! میں نے سنا تھا تم نے فرسٹ پوزیشن لی ہے۔" وہ اسے اپنے سامنے کرسی پہ بٹھاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"تھینک یو پاپا... اب تو میرا فرسٹ ائیر بھی کلیئر ہونے والا ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ماشاء اللہ! لگتا ہے کہ میری بیٹی واقعی بڑی اور ذہین ہو گئی ہے۔" انہوں نے ستائشی لہجے میں کہا۔

"سترہ سال کی ہو گئی ہوں۔" اس نے فخریہ انداز میں بتایا۔

"سترہ سال..." شاہ نواز حیدر دہرا کے رہ گئے۔

"جی! سترہ سال' اور مام کو آپ سے الگ ہوئے دس سال ہو گئے ہیں۔" یہ سارا حساب کشمالہ کے دل پہ لکھا تھا۔

"اور ان دس سالوں میں میں آپ سے دس مرتبہ ہی ملی ہوں گی...؟" وہ افسردگی سے کہہ رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! ملاقات کا کیا ہے؟ بس دلوں میں محبت زندہ ہونا چاہیے۔" وہ اس کی دل گرفتی کے خیال سے اسے تسلی دے رہے تھے۔

"محبت کو سسکنے کے لیے چھوڑ دیں تو وہ مر جاتی ہے پاپا!"

"میں کیا کروں بیٹا...؟ وہ تمہیں مجھ سے دور رکھ کے مجھے اذیت دینے کی کوشش میں رہتی ہے اور میں مجبور ہوں' اٹھارہ سال تک میرا تم پہ کوئی اختیار نہیں چل سکتا۔" انہوں نے معذوری ظاہر کی۔

"ہونہہ! اٹھارہ سال کے بعد کیا ہو گا...؟"

"پھر میں تمہیں اپنے پاس کراچی لے جاؤں گا۔" وہ بے ساختہ مسکرا کے بولے۔

"یہ صرف تسلی ہے۔" اس نے سر جھٹکا۔

"کیوں' تسلی کیوں ہے...؟" وہ حیرت سے بولے۔

"کیونکہ آپ مجھے کراچی لے کر نہیں جا سکتے۔"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے! کیوں نہیں لے جا سکتا؟"

"وہاں آپ کی بیوی بھی تو ہے۔" اس کے جواب پہ وہ یک دم فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنسے۔

"ارے میری جان! میری بیوی کچھ نہیں کہے گی، بلکہ تم سے مل کر، تمہیں دیکھ کر خوش ہوگی۔" وہ اس کا ہاتھ تھپکتے ہوئے بولے۔

"وہ کیوں خوش ہوں گی؟"

"اس لیے کہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور وہ جانتی ہے کہ تم میرے لیے کیا اہمیت رکھتی ہو۔"

شاہ نواز حیدر اسے سمجھا رہے تھے اور کشمالہ سن کر چپ ہو گئی تھی۔ پھر ان دونوں باپ بیٹی نے لنچ کیا۔ شاہ نواز حیدر اسے ڈھیر سارا پیار اور ڈھیر سارے تحائف دینے کے بعد گھر ڈراپ کر گئے تھے۔ کشمالہ پورچ میں سائرہ حیدر کی گاڑی دیکھ کر سہم گئی تھی۔ اسے پتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔؟ وہ سست روی سے چلتی اندر آ گئی۔

"کشمالہ!" سائرہ حیدر کی پہلی پکار پہ ہی وہ لرز اٹھی تھی۔

"کہاں سے آ رہی ہو تم؟" وہ کسی جیلر کی طرح اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

"کالج سے۔"

"شٹ اپ جھوٹ مت بولو۔" وہ دھاڑ اٹھیں۔ "ڈرائیور تمہیں پک کرنے گیا تھا، لیکن تم وہاں نہیں تھیں۔"

"مام! میں وہ ایزد کے ساتھ۔"

"ایزد اپنے گھر پہ ہے۔" انہوں نے اس کی بات کاٹ کے کہا۔ کشمالہ بری طرح پھنس گئی تھی۔ صرف شاہ نواز سے ملنے کا معاملہ ایسا تھا جہاں کشمالہ ذرا دب جاتی تھی ورنہ اس نے ڈرنا کب سیکھا تھا بھلا...؟

"تم اس ذلیل کے ساتھ تھیں ناں؟ مجھے پتا ہے وہ اسلام آباد آیا ہوا ہے اور مجھے یہ بھی پتا تھا کہ وہ تم سے ملنے کی کوشش ضرور کرے گا، اسی لیے میں نے ڈرائیور کو بھیج دیا لیکن وہ۔" سائرہ حیدر کسی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کشمالہ کو اٹھا کر دیوار پہ دے ماریں۔

"میں پورے ایک سال بعد ملی ہوں ان سے اور یہ کوئی بری بات تو نہیں ہے۔ وہ میرے فادر ہیں، مجھے ان سے ملنے کا حق ہونا چاہیے۔"

"وہ صرف تمہارا فادر نہیں ہے وہ دو اور بچوں کا بھی فادر ہے۔" انہوں نے طنزیہ کہا۔

"تو کیا ہوا؟ آپ نے ان سے ڈائیورس لے لی تو کیا وہ دوسری شادی بھی نہ کرتے؟ اکیلے زندگی گزارتے؟ آپ خود ہی تو انہیں گھر سے نکالتی تھیں، اور وہ آخر نکل ہی گئے، اس میں ان کا کیا قصور ہے؟" آج پہلی بار اس نے اس معاملے میں ماں کے سامنے بولنے کی جرأت کی تھی۔

"میرے سامنے زبان چلاتی ہو۔" انہوں نے اسے تھپڑ دے مارا اور کشمالہ کے ہاتھوں میں پکڑے تمام گفٹس چھوٹ کر زمین پہ جا گرے، بہت سی چیزیں بکھر گئیں۔

"آپ ہمیشہ اکیلے بولتی ہیں، کسی دوسرے کو بولنے کا موقع دیے بغیر، اسی لیے لگتا ہے کہ آپ رائٹ ہیں حالانکہ آپ کہیں سے بھی رائٹ پہ نہیں ہیں، آپ نے ہمیشہ پاپا کے ساتھ زیادتی کی، انہیں تنگ کیا، ان پر غصہ کیا، گالیاں دیں اور پھر انہیں گھر سے نکلنے پہ مجبور کر دیا، آپ نے مجھ سے باپ کی محبت چھین لی اور ماں کی محبت کبھی دی ہی نہیں، پھر بھی... پھر بھی آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کے لیے اچھی بن کر رہوں۔ آپ کے ہر حکم پہ سر جھکا دوں، کیوں مام؟ کس لیے آپ کا حکم مانوں؟ آپ نے آج تک مجھے دیا ہی کیا ہے؟ اچھے اسکول، کالج اور اچھے کپڑے، جوتوں کے سوا؟"

وہ آج دوبدو جواب دیتی اپنے اندر کا غبار نکالنے کے درپے ہو گئی تھی اور سائرہ حیدر حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس نے آج تک جو نہیں کہا تھا، وہ سب کہہ رہی تھی۔

"یہ خناس کس نے بھرا ہے تمہارے دماغ میں...؟" وہ غصے سے بولیں۔

"آپ نے بھرا ہے یہ خناس... دس سال ہو گئے ہیں اس خناس کو بھرتے ہوئے، آپ نے کبھی سوچا کہ آپ کی بیٹی کو آپ کی ضرورت ہے، آپ نے کبھی اندازہ لگایا کہ آپ کی بیٹی اپنے باپ سے کتنی اٹیچ تھی جسے آپ نے دور کر دیا... کبھی سوچا آپ نے کہ آپ جیسی ضدی مائیں کیسا ظلم کرتی ہیں بچوں پہ...؟ کبھی غور کیا آپ نے کہ میں اس خالی گھر میں اکیلی چکراتی رہتی ہوں؟ پاگل کر دیا ہے آپ نے مجھے۔ میری تنہائی اور میری سوچوں نے مجھے جنونی بنا دیا ہے، باپ مجبور تھا اور ماں بااختیار، آپ دونوں کی ان ہی مجبوریوں اور اختیار نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا، میں آپ کے لیے عذاب ہوں تو یہ عذاب گلے سے اتار دیں۔ مجھے میرے پاپا کے پاس رہنے دیں اور خود بھی بھر کے بزنس میں ترقی کرتی رہیں۔ آپ کو آپ کی دولت اور شہرت مبارک ہو مجھے تو سولی پہ مت لٹکائیں۔"

وہ چیخ چیخ کے بولتی ہوئی رو پڑی تھی۔

"آپ سے زیادہ مجھے اپنے پاپا عزیز ہیں بے شک مجھ سے دور رہتے ہیں، بے شک ان کے اور بھی بچے ہیں، بے شک ان کی بیوی بھی ہے، بے شک وہ جیسے بھی ہیں لیکن مجھ سے محبت کرتے ہیں۔" اس نے آخری جملہ خوب جما کر کہا۔

پھر اپنے ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسو رگڑ کر پونچھتی ہوئی نیچے بیٹھ کر اپنے بکھرے ہوئے گفٹس سمیٹنے لگی، ساتھ ساتھ آنسو بھی بہتے جا رہے تھے۔

"وہ مجھے برتھ ڈے وش نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی ان کا گفٹ ہر سال مجھے موصول ہوتا ہے، دس سالوں میں دس گفٹ بھیجے ہیں انہوں نے اور وہ دس گفٹ میری الماری میں انمول خزانے کی طرح محفوظ ہیں، صرف اس لیے کہ وہ انہوں نے مجھے بڑی محبت سے بڑی یاد سے بھیجے تھے۔

آپ نے مجھے ان دس سالوں میں کیا دیا؟ سیزن کے سیزن شاپنگ کروا دی اور بس...؟" وہ اکیلی بولتی جا رہی تھی اور پھر ساری چیزیں سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ نہیں ہے کہ میرے پاس چیزوں کی کمی ہے اور میں ان چیزوں پہ خوش ہوتی ہوں، بات یہ ہے کہ میرے پاس محبت کی کمی ہے، اس لیے ان چیزوں کے ساتھ ملنے والی محبت پہ خوش ہوتی ہوں، آج یہ محبت مجھے پورے ایک سال بعد ملی ہے، اس لیے پلیز مجھے تھوڑی دیر خوش ہو لینے دیں، کچھ نہیں بگڑے گا آپ کا، بلکہ مجھ پہ توجہ دینے کے بجائے بہتر ہے کہ آپ اپنی کسی فائل یا کسی میٹنگ پہ توجہ دیں، کچھ فائدہ تو ہو گا ناں آپ کو...؟ مجھ پہ ٹائم ویسٹ کرنے سے کچھ نہیں ملے گا۔" وہ آج بولتی تھی اور دل کھول کے بولی تھی۔

سائرہ حیدر ششدر سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ ساری چیزیں لے کر اوپر اپنے بیڈ روم میں چلی گئی لیکن اس کے لفظوں کی کاٹ نیچے ہی رہ گئی۔ اس کی آواز کی بازگشت ابھی تک ان کے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ انہیں کیا پتا تھا کہ وہ کشمالہ جو باہر سے اتنی بے حس، ضدی اور لاتعلق بنی رہتی ہے وہ اندر سے کتنی گہری اور کتنی حساس ہے وہ اک اک بات کو دل پہ لکھے پھر رہی تھی اور دل پہ لکھا وہ زبانی یاد کر چکی تھی۔ پہلے وہ کم عمر تھی، چپ رہتی تھی، سنتی تھی، خاموش ہو جاتی تھی لیکن اسے اب بولنا بھی آ گیا تھا اور آج اس کے اس بولنے نے سائرہ حیدر کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔

☼ ☼ ☼

"آنٹی ایزد گھر پہ ہے؟" وہ اپنی دھن میں سیدھی ان کے ڈرائنگ روم میں چلی آئی تھی لیکن وہاں آنٹی کے بجائے اور لوگوں کو دیکھ کر ٹھٹک کے رک گئی۔ ایزد بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا، کشمالہ کو دیکھ کر چونک گیا۔

"ارے کشمالہ بیٹا! آؤ اندر آ جاؤ۔" مسز آفندی نے نرمی سے مسکرا کر اسے قریب آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"سوری آنٹی! مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ کے ہاں مہمان آئے ہوئے ہیں، میں پھر آ جاؤں گی۔" وہ معذرت خواہانہ لہجے میں کہتی واپسی کے لیے پلٹی۔

Scan & PDF HIAZ AHMED Friends Korner.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے رکو یار! یہ مہمان کوئی غیر نہیں اپنے ہی ہیں۔" ایزد گود سے کشن ہٹا کر صوفے سے اٹھ کے اس کے پاس آگیا۔

"ان سے ملو‘ یہ ہیں میرے بڑے بھائی فہد آفندی‘ اور یہ ہیں میری سسٹر عریشہ آفندی‘ دونوں شادی کے بعد اپنی اپنی فیملی کے ساتھ امریکا میں مقیم ہیں‘ دو روز پہلے کراچی تشریف لائے تھے اور آج کراچی سے اسلام آباد پہنچے ہیں۔ یہ میرے کزنز ہیں حامد‘ ثانیہ‘ اجالا اور سمیر‘ یہ بھی کراچی سے ہی تشریف لائے ہیں ان کے ساتھ‘ اب چند دن یہیں رہیں گے۔" ایزد نے بڑی تفصیل اور وضاحت سے تعارف کروایا۔

"ہیلو۔" مجبوراً" کشمالہ کو ہیلو کہنا پڑا‘ وہ ان سب کی نظریں خود پہ مرکوز دیکھ کے اندر سے کنفیوز ہونے لگی تھی۔

"اور یہ ہیں آنٹی سائرہ حیدر کی اکلوتی صاحبزادی کشمالہ حیدر۔" اس نے با آواز بلند اس کا تعارف کروایا۔ "اور پورے اسلام آباد میں یہ میری اکلوتی فرینڈ ہیں‘ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ میں بھی ان کا اکلوتا فرینڈ ہوں۔"

وہ شرارت سے ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ سب بھی اس کے انداز پہ ہنسے تھے لیکن ان سب میں ثانیہ ایسی تھی جو نہیں ہنسی تھی بلکہ اس کی تیوری پہ بل پڑ گئے تھے۔

"اس لیے میری ریکویسٹ ہے کہ آپ لوگ بھی میری فرینڈ کو کھلے دل سے ویلکم کریں اور اس دوستی کو آگے بڑھائیں۔" ایزد نے کشمالہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پہ بٹھانے کے لیے آگے کیا لیکن اتنے میں ثانیہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ کہہ کے وہاں سے نکل گئی جس پہ باقی سب کے ساتھ ساتھ کشمالہ اور ایزد نے بھی چونک کے دیکھا تھا۔

"کشمالہ! تم بیٹھو‘ میں ابھی آتا ہوں۔ مام! کشمالہ کو بھی کولڈ ڈرنک سرو کریں۔" وہ جاتے جاتے بھی کہنا نہیں بھولا تھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل آیا۔ اس نے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز سنی تھی سو وہ بھی اوپر کی طرف لپکا۔

"ثانیہ!" اس نے کمرے کا دروازہ کھول کے دیکھا۔

"ثانیہ!" دوسرے کمرے میں بھی جھانکا۔

"ثانیہ پلیز یار! کہاں ہو؟" وہ اسے ڈھونڈتا ہوا آگے بڑھا تو اسے ٹیرس پہ دوپٹہ لہراتا ہوا نظر آیا۔ وہ اس کے پیچھے ہی ٹیرس پہ آگیا۔

وہ دونوں ہاتھ ریلنگ پہ جمائے نیچے جھک کر دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟ اس طرح اچانک اٹھ کر کیوں چلی آئیں؟" ایزد بھی ریلنگ پہ ہاتھ رکھ کے کھڑا ہو گیا۔

"تمہاری فرینڈ کو دیکھ کر۔" اس نے دانت پیس کے کہا۔

"کیوں میری فرینڈ اچھی نہیں ہے کیا؟"

"بہت اچھی ہے‘ اسی لیے تو آگئی ہوں۔" ثانیہ غصے کی تیز تھی اور ایزد کو پتا تھا کہ اب وہ اس بات کو ربڑ کی طرح کھینچے گی۔

"ارے یار! وہ واقعی بہت اچھی ہے۔ تمہیں تو اس کے ساتھ فرینڈشپ کر لینا چاہیے۔"

"کیوں؟ مجھے کیوں اس کے ساتھ فرینڈشپ کر لینا چاہیے۔" ثانیہ کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"کیونکہ وہ میری فرینڈ ہے۔" ایزد نے لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"وہ تمہاری فرینڈ ہے‘ یہ بات تم نے پہلے کبھی کیوں نہیں بتائی؟"

وہ چبا کر بولی۔

"تمہارا روبرو اس کے ساتھ تعارف کروایا ہے تو تم اس طرح ری ایکٹ کر رہی ہو‘ فون پہ بتاتا تو تم نجانے کیا سے کیا کر ڈالتیں۔"

"یعنی تم نے مجھ سے جان بوجھ کے چھپایا ہے۔؟"

"ارے! چھپانے والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم الٹا سیدھا سوچنے لگتی ہو۔ اس لیے فون پہ نہیں بتایا‘ اور ویسے بھی ہماری دوستی

اس نوعیت کی نہیں ہے کہ اسے شک کی نظر سے دیکھا جائے۔"

ایزد کی نیت صاف تھی اس لیے وہ اطمینان سے بول رہا تھا۔

"تو پھر کس نوعیت کی دوستی ہے آپ کی...؟" اس کے لہجے میں طنز اتر آیا۔

"بتاتا ہوں... تم آرام سے بیٹھو یہاں۔" ایزد نے کونے میں رکھی کرسیاں قریب گھسیٹ لیں۔

"کوئی بہانا کرنا چاہتے ہو؟"

"دیکھو ثانیہ! ہر انسان کو ایک ہی چھڑی سے نہیں ہانکنا چاہیے۔ بے یقینی اور شک کی پٹی اتار کے دیکھو پھر سب بتاتا ہوں۔" اس نے ثانیہ کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

وہ چند سیکنڈ اسے دیکھتی رہی پھر اپنے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے چھوڑتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"او کے... بتاؤ کیا بتانا چاہتے ہو؟"

اس کی طرف سے نرمی اور اجازت پا کر ایزد اسے سب بتاتا چلا گیا۔ پہلے تو وہ بے یقینی اور یقین کے درمیان ڈانواں ڈول سی رہی لیکن جب اس نے مسز آفندی سے تصدیق کے لیے کہا تو وہ مان گئی اسے آخر یقین کرنا ہی پڑا تھا اور تقریباً" بیس منٹ بعد جب وہ اسے سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ نیچے ڈرائنگ روم میں لایا تو کشمالہ وہاں نہیں تھی۔

"مام! کشمالہ کہاں گئی؟"

"تم نہیں تھے تو وہ کس کے پاس بیٹھتی؟ ہمارے ساتھ تو اس کی انڈر اسٹینڈنگ بھی نہیں ہے جو کچھ دیر باتیں ہی کر لیتی۔"

مسز آفندی کے جواب پہ وہ سر ہلا کر رہ گیا لیکن دھیان سارا کشمالہ کی طرف ہی تھا... کہ وہ نجانے کیا سوچ رہی ہو گی...؟

✵ ✵ ✵

"آنٹی! کشمالہ کہاں ہے؟" ایزد ان کے گھر میں داخل ہوا تو سائرہ حیدر کو لان میں بیٹھے دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا۔

"تھوڑی دیر پہلے ہی باہر نکلی ہے۔"

"سائیکل لے کر نکلی ہے؟"

"نہیں‘ کالج سے آنے کے بعد اپنے بیڈ روم میں ہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے باہر گئی ہے‘ میں نے سوچا تمہاری طرف جا رہی ہے۔"

سائرہ حیدر خود کسی سوچ میں تھیں‘ ایزد کو دیکھ کر ہی حال میں واپس آئی تھیں۔

"او کے! میں دیکھتا ہوں اسے۔" وہ کہہ کے واپس پلٹ گیا۔

"سنو بیٹا!" انہوں نے پیچھے سے آواز دی۔

"جی آنٹی! کہیے؟"

"دیکھو بیٹا! اسے سمجھایا بھی کرو‘ آج کل کچھ اپ سیٹ ہے شاید‘ تم سمجھاؤ گے تو سمجھ جائے گی۔"

"او کے! میں کوشش کروں گا لیکن وہ اپ سیٹ کیوں ہے؟" اس نے ذرا ٹھہرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تو وہی بتا سکتی ہے کہ وہ اپ سیٹ کیوں ہے؟"

"کیوں کیا آپ کو نہیں پتا...؟"

"شاید نہیں۔" انہوں نے نفی میں گردن ہلائی۔

"او کے..." ایزد نے کندھے اچکا دیے اور گیٹ سے باہر نکل آیا۔

وہ کل سے اسے فون کر رہا تھا لیکن اس سے بات نہیں ہوئی تھی۔ رات کو پتا چلا کہ سو رہی ہے‘ صبح پتا چلا کہ کالج چلی گئی ہے اور اس وقت وہ فون کرنے کے بجائے خود چلا آیا تھا لیکن پھر بھی اس سے ملاقات نہ ہو سکی— اور ایزد کو پتا تھا جتنی دیر ملاقات نہیں ہو گی وہ اپنا خون جلاتی رہے گی‘ اسی لیے وہ اسے ڈھونڈنے نکل کھڑا ہوا تھا۔ اس کا کوئی اور دوست تو تھا ہی نہیں کہ جس کی امید ہوتی کہ وہ اس کے گھر پہ ہو گی‘ اس لیے وہ اسے ادھر ادھر ہی تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

وہ پارک میں آگیا۔ چند قدم کے فاصلے پہ ہی وہ ایک خالی بینچ پہ تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ اوائل جنوری کے دن تھے۔ سرد شاموں میں اداسی کا رنگ شامل تھا۔ مغرب کی سمت ڈوبتا سورج اپنے پیچھے خنکی چھوڑے جا رہا تھا‘ وہ ہی خنکی اور اداسی کشمالہ کے چہرے پر بھی ثبت

Sohni & EJAZ AHMED Friends Korner.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی۔ وہ بھی اس سرد شام کا حصہ لگ رہی تھی گو اداس اور زرد۔ اور ایزد نجانے کب اور کیسے اس زرد اداس شام کی لپیٹ میں آگیا تھا' اسے کتنی دیر گزر گئی اور وہ دم سادھے' ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھتا ہی گیا۔

وہ سامنے سورج کو دیکھ رہی تھی اور سورج کا عکس اس کے چہرے پہ بکھرا ہوا تھا' جس کی وجہ سے اس کے رخساروں پہ بہتے بے آواز آنسو سنہری موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ ایزد کو لگا اس کے اردگرد اک طلسمی حصار بندھ گیا ہو' اک سنہرا طلسم' جس کے زیر اثر وہ دھیمے قدموں سے چلتا اس کے برابر آ بیٹھا۔ یہاں تک کہ آہٹ بھی نہ ہوئی۔ لیکن پھر بھی وہ کشمالہ تھی' حد سے زیادہ حساس۔ اس نے بنا دیکھے ہی محسوس کر لیا تھا کہ وہ اس کے پاس آکر بیٹھا ہے۔ اور ——— وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایزد اس کے پاس بیٹھے یا پھر وہ ایزد کے پاس بیٹھے' اسی لیے فوراً" اٹھنے لگی کہ اچانک ایزد نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں' میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" اس نے ایزد کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"لیکن میں ابھی یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔" ایزد کا لہجہ بدلا ہوا تھا' آواز کسی جذبے کے احساس سے بوجھل ہو رہی تھی۔ کشمالہ کو لگا ایزد نے اس کا دل اپنی مٹھی میں دبا لیا ہو۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" وہی تیکھا سا سوال جو وہ اکثر کرتی تھی۔

"تمہارے لیے۔"

"میرے لیے کیوں؟ کل کہاں چلے گئے تھے...؟"

"کام تھا ثانیہ سے' اس لیے چلا گیا۔"

"اور میں سمجھی محبت تھی ثانیہ سے' اس لیے چلے گئے۔" وہ برجستہ بول کے ہنسی۔

"محبت...؟" ایزد نے دوہرایا۔ "کشمالہ! تمہاری نظر میں محبت کیا ہے؟"

وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھا اور کشمالہ کی نظریں اس کے ہاتھ میں دبے اپنے ہاتھ پہ جا ٹھہریں۔

"میری نظر میں تو اس وقت کسی کا ہاتھ تھام لینا ہی محبت ہے۔" اس کا جواب بہت گہرا تھا' ایزد ٹھٹکا' پر ہاتھ نہ چھوڑا' اگر چھوڑ دیتا تو محبت بھی وہیں چھوٹ جاتی' کسی بے حد ضروری ٹرین کی طرح اور پھر وہ ساری عمر اس ٹرین کے پیچھے بھاگتا رہتا لیکن وہ ہاتھ نہ آتی۔

"اور کسی کے آنسو پونچھ دینا کیا ہے؟" ایزد نے دوسرے ہاتھ سے کشمالہ کے رخساروں پہ بہنے والے آنسوؤں کی نمی پونچھی۔

"محبت میں عبادت۔" کشمالہ کے جواب بھی کمال تھے۔

"عبادت...؟" ایزد کو حیرت ہوئی۔

"ہوں! عبادت' کیونکہ عبادت کرنا اگر بہت آسان ہے ناں تو بے حد مشکل بھی ہے' اسی طرح محبت میں کسی کے آنسو پونچھ دینا بھی بڑا مشکل کام ہے' ہو ہی نہیں پاتا۔" اس نے دلیل دی۔

"تم محبت کرتی ہو؟"

"بس کوشش کر رہی ہوں چند دنوں سے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اور آپ...؟"

"میں بھی بس کوشش کر رہا ہوں چند لمحوں سے۔" اس کے جواب پہ کشمالہ نے گھور کے دیکھا اور پھر دونوں ہی کھلکھلا کے ہنس دیے۔

☼ ☼ ☼

یہ بات کشمالہ سے تو اس نے مذاق کے رنگ میں کہی تھی لیکن وہ خود جانتا تھا کہ یہ بات حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔ اس نے کئی بار کشمالہ کو اپنی سوچ سے اپنے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اور بھی اس کے اعصاب پہ طاری ہونے لگی تھی۔ اس کے سارے کزنز اور دونوں بہن بھائی مری اور سوات وغیرہ گھومنے جا رہے تھے اور ظاہر سی بات تھی کہ وہ سب ہی اسے بھی ساتھ گھسیٹ رہے تھے حالانکہ وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی مجبوراً" اسے جانا ہی پڑا۔ جانے سے پہلے وہ کشمالہ سے مل کر آیا تھا وہ اس کے جانے کا سن کر اداس تو ہوئی لیکن اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی' البتہ فون کرنے کی

تاکید ضرور کی اور وہ وعدہ کر کے آیا تھا کہ فون بند نہیں ہونے دے گا۔ جتنی دیر مری اور سوات میں رہے گا' اسے مسلسل کال کرے گا اور اس نے اپنا وعدہ پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' وہ اسلام آباد سے نکلا تو اس نے کشمالہ کو کال کی تھی اور مری پہنچنے تک وہ کال آن رہی' پھر مری ہوٹل میں سامان وغیرہ پہنچانے کے بعد اس نے کال کی جو پورا مری گھومنے تک یوں ہی آن رہی اور کشمالہ بالواسطہ طور پر ایزد کے ساتھ پکنک میں شریک رہی۔

"بالآخر رات گئے جب وہ سب آگ جلائے بیٹھے تھے تو ثانیہ نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کر آف کر دیا۔

"کسی کی برداشت کو اتنا نہیں آزمانا چاہیے کہ وہ جواب دے جائے۔"

اس نے موبائل آف کر کے اس کی گود میں پٹخ دیا۔

"میں اس سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ اسے فون کروں گا۔"

"فون کرو گے یا انٹرٹین کرو گے؟" ثانیہ کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

"جو بھی سمجھ لو۔" اس نے شانے اچکائے۔

"ایزد تم جان بوجھ کر مجھے...."

"ارے ثانیہ! چھوڑو میری جان' کیوں الجھتی رہتی ہو؟ یہ تو تمہیں تنگ کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کرتا ہے۔"

مسز آفندی ثانیہ کی جھنجلاہٹ پر پیار سے بولیں۔

"جی! اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ مجھے تنگ کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کرتا ہے۔" وہ چبا کر بولی ایزد کچھ کہے بغیر اٹھ گیا اور ایک پہاڑی کے عین کونے پہ کھڑے ہو کر موبائل آن کر کے دوبارہ کال ملانے لگا۔ عریشہ آپی اسے چپت لگا کر سرزنش کرتی ہوئیں پکڑ کے اپنے ساتھ لے آئیں۔

☼ ☼ ☼

"آپ لوگ گھر چلیں' میں آتا ہوں۔" ان لوگوں کو واپسی پہ گھر ڈراپ کرنے بعد اس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر لی۔

"کیوں؟ تم کہاں جا رہے ہو...؟" عریشہ آپی نے پلٹ کر اسے خفگی سے دیکھا۔

"کشمالہ کی طرف' اس کے لیے جو گفٹس لایا ہوں' وہ دینے جا رہا ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہا اور ثانیہ گیٹ کے اندر جانے کے بجائے وہیں ٹھہر گئی۔

"ایزد!" اس نے آواز دی لیکن وہ گاڑی آگے بڑھا چکا تھا' ثانیہ' اور عریشہ آپی وہیں کھڑی دیکھتی رہ گئیں۔ ایزد کے تیور کچھ اور ہی کہہ رہے تھے اور ثانیہ کے اندر ابال اٹھنے لگے' وہ پاؤں پٹختی ہوئی اندر آگئی۔

"ہونہہ! کشمالہ' کشمالہ' کشمالہ' بھاڑ میں گئی کشمالہ" وہ اندر آتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"کیا ہوا بیٹا؟ اتنے غصے میں کیوں ہو...؟" مسز آفندی ثانیہ کے چہرے پہ غصے کی لالی بھانپ چکی تھیں۔

"آپ کا لاڈلا' چہیتا سپوت اپنی کشمالہ سے ملنے گیا ہے' یہ نو دن بھی نجانے اس نے ہمارے ساتھ کیسے گزارے ہیں؟ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ اپنی چہیتی کو ساتھ لے جاتا اور ہمیں یہیں چھوڑ جاتا' شادی سے پہلے ہی ہنی مون منا لیتا۔" ثانیہ کا غصہ اب بے لگام ہو چکا تھا۔

"ثانیہ...!" مسز آفندی نے بلند آواز میں اسے ٹوکا تھا۔

"دیکھیے نا پھوپھو! ہر وقت اس کے پہلو سے لگا رہتا ہے اور آپ جان بوجھ کر انجان بنی رہتی ہیں' وہ بچی نہیں ہے' اٹھارہ انیس سال کی جوان جہان لڑکی ہے' جس پہ کسی بھی مرد کا دل آسکتا ہے' اور اتفاق سے ایزد بھی مرد ہی ہے' اس کے پاس بھی ایک عدد دل ہے اور وہ دل اس لڑکی پہ آبھی سکتا ہے' آپ کے پاس کیا گارنٹی ہے کہ وہ اسے اس نظر سے نہیں دیکھتا' جس نظر سے سب مرد حضرات دیکھتے ہیں؟" ثانیہ بے لگام بولتی تھی' اس کا اور اک مسز آفندی کو چند سیکنڈز میں ہی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو گیا تھا۔

"دیکھو بیٹا! وہ یہ سب ہماری وجہ سے کر رہا ہے۔"

"آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ یہ سب آپ کی وجہ سے کر رہا ہے یا اپنے دل کی وجہ سے؟" اس کے سوال پہ مسز آفندی لمحہ بھر کے لیے چپ سی ہو گئیں۔

"کوئی ثبوت نہیں ہے ناں آپ کے پاس...؟" انہیں چپ دیکھ کر وہ فوراً" بولی۔

"پلیز ثانیہ! بس کرو' وہ آتا ہے تو میں اسے سمجھاتی ہوں' آئندہ ایسا نہیں ہوگا پلیز ریلیکس۔" عریشہ آپی نے اسے کندھوں سے تھام کے سمجھانے کی کوشش کی اور تسلی دی۔

"آپ نہیں' میں خود اسے سمجھالوں گی' اور یقیناً" وہ سمجھ بھی جائے گا۔"

ثانیہ غصے سے دانت پیس کر کہتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی اور وہ دونوں ماں بیٹی پیچھے دیکھتی رہ گئیں۔

"مام! آپ کو کیا ضرورت تھی کشمالہ کو ایزد سے اتنا کلوز کرنے کی؟"

عریشہ آپی ماں کو خفگی سے دیکھ رہی تھیں اور مسز آفندی ثانیہ کو سوچے جا رہی تھیں جو لڑکی شادی سے پہلے ذرا سی بات پہ ان کے سامنے اس لہجے میں بات کر رہی تھی' وہ شادی کے بعد کیا کر سکتی تھی' اس کا اندازہ ہو چکا تھا انہیں۔ اور انہیں یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ ثانیہ اور ایزد کا گزارا مشکل سے ہوگا' دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ایسا فرق جو انہیں آج سے پہلے کبھی نظر نہیں آیا تھا' ایزد بہت ٹھنڈے مزاج کا تحمل پسند آدمی تھا جبکہ ثانیہ تو آگ کی طرح بھڑکتی تھی اور اس آگ کی لپک اب وہ بھی دیکھ چکی تھیں...!

☼ ☼ ☼

آج کشمالہ کے کالج میں فنکشن تھا۔ وہ دو بار ایزد کو کہہ چکی کہ میرے ساتھ چلو' اس لیے مجبوراً" ایزد نے اپنا آفس جانا ملتوی کر کے اس کے ساتھ جانے کی ہامی بھر لی۔ ادھر گھر میں ثانیہ وغیرہ کراچی واپس جانے کی تیاریاں کر رہی تھیں' البتہ فہد آفندی اور عریشہ آپی کا ابھی چند دن اور رکنے کا ارادہ تھا کیونکہ ابھی فہد کی بیوی اور بچوں کو بھی پاکستان آنا تھا' بس وہ اسکول سے چھٹیوں کے انتظار میں تھے... اور مسز آفندی آج کل اپنے بچوں کی موجودگی کی وجہ سے بڑی خوش خوش نظر آ رہی تھیں۔ آج بھی گھر میں ایسی ہی چہل پہل دکھائی دے رہی تھی۔ ایزد تیار ہو کر باہر نکلا تو وہ اسے دیکھتے ہی پوچھنے لگیں۔

کشمالہ کی طرف جا رہے ہو؟"

"جی مام! آج اس کے کالج میں فنکشن ہے' میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں گا' اس لیے جانا ضروری ہے۔"

"او کے ذرا جلدی آ جانا' پھر ثانیہ وغیرہ کو گھر بھی جانا ہے' انہیں ایئر پورٹ چھوڑنے تم ہی جاؤ گے۔" انہوں نے اسے تاکید کی۔

"او کے جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔" اس نے سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کشمالہ کے گیٹ پہ ہارن دیا تو وہ بھاگتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"تنا لیٹ ہو گئے آپ۔" وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھی تو خفگی سے بولی جبکہ ایزد نے اس کے وجود سے پھوٹتی پرفیوم کی دلفریب مہک پہ بے ساختہ نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پہلی بار ایسا ہوا کہ وہ نظر کو بے اختیار ہونے سے نہ روک سکا۔

وہ سیاہ کامدار لانگ شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر پہنے گلے میں باریک سا دوپٹہ ڈالے ایک مکمل لڑکی لگ رہی تھی' جس کے پاس اس وقت کسی کا دل دھڑکانے کا تمام سامان موجود تھا۔

تھوڑی دیر اور دیکھتا تو یقیناً" اظہار محبت کر ڈالتا جو فی الحال مناسب نہیں تھا اور مناسب یہ ہی تھا کہ وہ نظر چرا لیتا' سو اس نے نظریں چرا لی تھیں لیکن احساسات کو کیسے دباتا؟

ان دو سالوں میں کتنی بڑی بڑی سی لگنے لگی تھی شاید اس لیے کہ اس نے بھی عام لڑکیوں کی طرح پہننے اوڑھنے کا ڈھنگ سیکھ لیا تھا۔ وہ بھی صرف ایزد کی

خواہش پہ...!

"آپ کے مہمان چلے گئے؟" اس نے ایزد کو خاموش دیکھ کر دوبارہ سوال کیا۔ وہ اسی سحر میں کھویا ہوا' اس کا سوال نہ سن سکا۔

"ایزد...! میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔" اس نے ایزد کے کندھے کو آہستگی سے ہلایا۔

"ہوں! بولو کیا پوچھ رہی ہو؟" وہ چونک کے متوجہ ہوا لیکن نظر ایک بار پھر کشمالہ کے چہرے پہ جا ٹھہری۔ اس کے ہونٹوں پہ نیچرل کلر کی لپ اسٹک سجی ہوئی تھی۔ رخسار ویسے ہی گلابی تھے اس لیے اسے کسی بلش آن کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی۔

"آپ کے مہمان چلے گئے؟" اس نے دوبارہ استفسار کیا۔

"کون سے مہمان...؟" وہ غائب دماغی سے بولا۔ اس وقت اس کے دل و دماغ پہ نیچرل کلچر چھایا ہوا تھا۔

"ثانیہ' اجالا اور سمیرو وغیرہ۔" اس نے خفگی سے ان کے نام لیے اور ایزد کو گھورا۔

"میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا' جو کچھ پوچھنا ہے۔ واپسی پہ پوچھ لینا۔" اس نے کہتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کے کالج کے سامنے پہنچ چکے تھے اور پھر سب سے ملنے ملانے کے بعد ہی اس کا دماغ ٹھکانے پہ آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"چلو نا یار! مزا آئے گا۔" ایزد نے واپسی پہ اسے اپنے گھر چلنے کی آفر کی۔

"نہیں میں گھر چلوں گی' پھر کبھی سہی۔" اس نے انکار کر دیا' وہ اس کے ساتھ سب کے سامنے جاتے ہوئے کترا رہی تھی۔

"ارے پھر کبھی کیوں؟ ابھی کیوں نہیں؟"

"نہیں بس ایسے ہی۔"

"چھوڑو یار! آؤ مام کو اپنے فنکشن کے متعلق بتاؤ۔ وہ بہت خوش ہوں گی بلکہ انہیں انتظار بھی ہوگا۔"

ایزد کے اصرار اور ضد پہ اسے اندر آنا ہی پڑا تھا۔

"تم بیٹھو' میں مام کو بلا کے لاتا ہوں۔" وہ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کے اوپر چلا گیا۔ لیکن گھر میں اتنا سناٹا تھا کہ جیسے گھر میں کوئی بھی نہ ہو۔

"السلام علیکم۔" کشمالہ میگزین دیکھ رہی تھی' جب ثانیہ اندر داخل ہوئی۔

"وعلیکم السلام۔" کشمالہ اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیسی ہو؟" ثانیہ اسے سرتاپا چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"جی ٹھیک ہوں۔" اس نے آہستگی سے جواب دیا۔

وہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے کہ تم ٹھیک ہو' بلکہ اچھی خاصی ٹھیک ٹھاک ہو۔" ثانیہ کا لہجہ کافی کاٹ دار تھا کشمالہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بیٹھو' بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔" اس نے کشمالہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن وہ تذبذب کا شکار تھی۔

"بیٹھ جاؤ' کچھ نہیں ہوتا۔ بس چند باتیں کرنا ہیں تم سے' اسی لیے آج میں واپس نہیں گئی' سب چلے گئے' میں نے سوچا میں تم سے ایک بار مل کر ہی جاؤں گی' آخر ایسا کیا چکر چلا رکھا ہے تم نے کہ میرا منگیتر تمہارا دم چھلا بن کے گھوم رہا ہے۔"

ثانیہ نے پہلا تیر زبان کی کمان سے نکالا تھا اور کشمالہ کے دل میں شگاف ڈال دیا۔

"منگیتر...؟"

"ہاں میرا منگیتر' اور تمہارا دم چھلا' ایزد آفندی۔" ثانیہ نے چبا چبا کر کہا۔ نظریں تمسخرانہ ہو رہی تھیں۔

"وہ تو کہتا ہے تم جنونی اور جذباتی ہو' ضدی اور ہٹ دھرم ہو' کسی کی بات نہیں مانتیں' اس لیے وہ تمہارے قریب رہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن تمہیں دیکھ کر تو ایسا کچھ نہیں لگ رہا۔ اچھی خاصی نارمل لڑکی ہو' باشعور اور ماڈرن۔"

ثانیہ کا اک اک لفظ آگ کی مانند تھا۔ اک ایسی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

آگ جو کشمالہ کے وجود کو بھسم کرتی جا رہی تھی۔

"سچ مچ تمہارا کوئی اسکرو ڈھیلا تھا یا پھر بہانا کر رکھا تھا۔" وہ استہزائیہ انداز میں بدتمیزی سے بات کر رہی تھی کشمالہ کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"ثانیہ!" ایزد واپس ڈرائنگ روم میں آیا تو ثانیہ کو کشمالہ کے پاس بیٹھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"کشمالہ کو یہاں بٹھا کر کہاں چلے گئے تھے تم اگر یہ ڈر جاتی تو۔۔۔؟ اتنی چھوٹی سی معصوم سی بچی تو ہے یہ۔"

ثانیہ کشمالہ کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"ثانیہ! پلیز۔" ایزد ثانیہ کے تیور دیکھ چکا تھا اور کشمالہ کے چہرے کے تاثرات بھی چھپے ہوئے نہیں رہ سکے۔

"اتنا گھبرا کیوں رہے ہو؟ کیا جھوٹ بولتے تھے مجھ سے؟" ثانیہ باز آنے والی نہیں تھی۔

"دیکھو ثانیہ، یہ سب کسی اور وقت پہ اٹھا رکھو کشمالہ اس وقت ماما سے ملنے آئی ہے اور میں اس وقت۔۔۔"

"ہاہاہا۔! اتنا ڈر کیوں رہے ہو؟ کیا اس جنونی حسینہ کے پھر سے پاگل ہونے کا خوف ہے؟ لیکن اب تو ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہو چکی ہے، اور یقیناً" تمہاری ماما بھی خوش ہوں گی اور اس کی ماما بھی۔۔؟ آخر تم اسے ٹھیک کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو، سائرہ آنٹی نے تمہیں جو کام سونپا تھا، تم نے کر دکھایا لیکن مجھے اتنا بتا دو کہ تم اسے اب اور کتنا چپکا کر رکھو گے اپنے ساتھ؟ میری برداشت جواب دے چکی ہے، تم کوئی سائیکاٹرسٹ نہیں ہو کہ نفسیاتی مریضوں کا علاج کرتے پھرو، سائرہ آنٹی سے کہو یہ کام کسی اور کو سونپ دیں، بلکہ ان سے کہو کہ آپ کی بیٹی اب ٹھیک ہو چکی ہے، سنبھالیں اسے یا پھر اس کی شادی کر دیں۔"

ثانیہ پھٹ پڑی تھی اور کشمالہ ششدر سی دیکھ رہی تھی۔

"اپنی زبان بند رکھو ثانیہ! ورنہ۔۔۔ ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا۔" ایزد غصے میں دھاڑا۔

"اچھا! اتنی تکلیف ہو رہی ہے تمہیں؟ تم تو کہتے تھے تم نے یہ سب سائرہ آنٹی کے کہنے پہ کیا ہے؟ ان کے کہنے پہ کشمالہ سے دوستی کی اور اس کے اتنے قریب گئے ہو۔۔؟ لیکن تمہیں دیکھ کر تو لگ رہا ہے کہ تم خود ہی بے ایمان تھے۔۔۔" ثانیہ اس سے بھی زیادہ اونچی آواز میں دھاڑی ایزد غضب ناک ہو گیا تھا۔

ایزد نجانے کیا کیا کہہ رہا تھا، کشمالہ کو تو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا اس کی سماعتوں میں تو بس ثانیہ کے الفاظ کی بازگشت ہو رہی تھی وہ وہاں سے مرے مرے قدم اٹھاتی باہر نکل آئی لیکن جب وہ گیٹ سے باہر نکلی تو اس کا تمام ضبط جواب دے گیا شام گہری ہو چکی تھی وہ تمام راستے روتی اور اپنی چیخوں کو دباتی بھاگتی ہوئی گھر پہنچی اندھا دھند بھاگتے ہوئے اسے راستے میں کئی بار ٹھوکر بھی لگی اور کئی بار وہ منہ کے بل گرتے ہوئے بچی۔ کئی لوگوں نے اسے حیران کن نظروں سے دیکھا تھا، سائرہ حیدر کی بیٹی کو کیا ہوا، یوں لگ رہا تھا جیسے اپنا سب کچھ لٹا کے جا رہی ہو۔۔۔ اور یہ سچ ہی تو تھا وہ آج اپنی نسوانیت کا غرور لٹا آئی تھی۔

ایزد آفندی نے اس کے ساتھ کھیل کھیلا تھا اور وہ کتنی آسانی سے اس کے ہاتھ کھلونا بن گئی تھی اور اپنی ذات کو ایک کھلونے کی شکل میں دیکھنے کی اذیت ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ چیخوں سے روتی ہوئی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ چوکیدار اور باقی ملازم بھی گھبرا گئے تھے لیکن وہ کچھ بھی دیکھے سنے بغیر سیدھی اپنے بیڈ روم میں گئی۔ بیڈ روم کا دروازہ دھڑام سے بند ہوا اور پھر رات بھر دروازہ نہ کھلا۔

سائرہ حیدر نے بھی کئی بار دروازہ بجایا۔

ایزد بھی آیا تھا، وہ بھی اسے دروازہ کھولنے پہ اصرار کرتا رہا، کمرے سے چیزوں کی اٹھا پٹخ کی آوازیں آتی رہیں لیکن کشمالہ کی آواز سنائی نہیں دی۔

اس نے اپنے کفشس پہ لکھے شاہ نواز حیدر کے موبائل نمبر کو نوٹ کیا اور انہیں کال ملائی۔

فجر کا وقت تھا جب اس نے فون کیا تھا اور صبح آٹھ بجے کا وقت تھا، جب وہ اسلام آباد اس کے گھر کے گیٹ پہ پہنچ گئے تھے اور ان کی آمد پہ وہ اپنے کمرے سے نکلی اور ہمیشہ کے لیے گھر چھوڑ گئی۔

سائرہ حیدر نے آگے بڑھ کے کچھ کہنا چاہا لیکن کشمالہ نے ہاتھ اٹھا کر انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔

وہ بھی اس کے تیور دیکھ چکی تھیں، انہیں احساس ہو گیا تھا کہ وہ یہ بازی بھی ہار گئی ہیں۔

✲ ✲ ✲

رحمان حیدر اور سلطان حیدر صرف دو ہی بھائی تھے۔ ماں باپ نے دونوں کی شادیاں کیں تو دونوں اپنی اپنی زندگی میں مگن ہو گئے۔ رحمان حیدر کا بیٹا شاہ نواز حیدر پیدا ہوا تو ان ہی دنوں ان کا سارا کاروبار دیوالیہ ہو گیا تھا۔ اپنے کاروبار کا صدمہ کچھ ایسا ہوا کہ رحمان حیدر بستر سے لگ گئے۔ سلطان حیدر کو بھائی کے حالات کا پتا چلا تو وہ انہیں اپنے ساتھ ہی اسلام آباد لے آئے لیکن پھر بھی وہ سنبھل نہ سکے۔ اپنے حالات اور پھر بیوی کی اچانک موت ان سے برداشت نہ ہو سکی اور یوں وہ بھی شاہ نواز حیدر کو چھوڑ کر چلے گئے۔

یوں شاہ نواز حیدر کی ساری ذمہ داری اپنے چچا سلطان حیدر پہ آ گئی۔ انہوں نے اپنی بیٹی سے بڑھ کے بھتیجے کو پیار دیا اور پالا پوسا اور اسی چیز کو سائرہ حیدر ناپسند کرتی تھیں انہیں شاہ نواز حیدر خار کی طرح کھٹکتا تھا کیونکہ وہ ہوش سنبھالتے ہی اپنے باپ کے منہ سے یہ ذکر سن چکی تھیں کہ وہ سائرہ کی شادی شاہ نواز سے کریں گے اور جب ایک روز انہوں نے باقاعدہ بات کی تو سائرہ نے صاف انکار کر دیا لیکن وہ بھی کافی ذہین اور سمجھ بوجھ رکھنے والے آدمی تھے۔ انہوں نے محض یہ کہہ کر کہ اگر وہ شاہ نواز سے شادی نہیں کرے گی تو وہ اسے اپنی تمام جائیداد سے عاق کر دیں گے اور ساری جائیداد کا حق دار شاہ نواز ہو گا، بات ختم کر دی اور اس مقام پہ آ کر سائرہ حیدر بے بس ہو گئیں۔ وہ اتنی زیادہ دولت و جائیداد سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھیں لیکن وہ شاہ نواز حیدر کو بھی اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بنانا چاہتی تھیں۔ وہ آزاد رہنا چاہتی تھیں۔ گھر، شوہر اور بچوں کے جھنجٹ سے بالکل آزاد، لیکن باپ نے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی، سو انہیں مجبوراً یہ زنجیر پہننا ہی پڑی۔

کشمالہ پانچ سال کی تھی جب سلطان حیدر بھی خالق حقیقی سے جا ملے اور تب سائرہ حیدر کے اندر کا زہر اڈ کے باہر آنے لگا۔ انہوں نے مستقل طنز و تحقیر کا نشانہ بنا لیا شاہ نواز حیدر کو۔ اور اس سب کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ سائرہ حیدر کے مقابلے میں ذرا کم شکل تھے اسی لیے وہ انہیں اپنے قابل نہیں سمجھتی تھیں، سلطان حیدر کی وفات کے بعد سائرہ نے خود آفس جوائن کر لیا۔

شاہ نواز نے انہیں اس کام سے روکنا چاہا تو انہوں نے انہیں دھتکار کے رکھ دیا۔

غربت، کنگالی، اور نحوست کے ایسے طعنے دیے کہ وہ شرمندہ ہو کے رہ گئے۔ کشمالہ باپ سے بہت مانوس تھی ماں کو ان کے ساتھ لڑتے جھگڑتے دیکھتی تو ماں سے متنفر ہو جاتی تھی کیونکہ سائرہ جب شاہ نواز پہ غصہ نکالتی تھیں تو کوئی احتیاط نہیں کرتی تھیں کہ ان کی معصوم بچی سب دیکھ بھی رہی ہے اور سب سن بھی رہی ہے اور ان کی یہ ہی بے احتیاطی کشمالہ کو بے حس کر گئی۔ وہ گم صم رہنے لگی تھی۔ اور اس وقت تو حد ہی ہو گئی جب شاہ نواز حیدر نے سائرہ حیدر کو طلاق دی تھی وہ بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔

"تم نے مجھے طلاق دے دی شاہ نواز۔۔۔؟"

"انہیں جیسے یقین تھا کہ شاہ نواز کبھی انہیں طلاق نہیں دیں گے، چاہے وہ انہیں کتنا ہی روندتی رہیں۔ وہ کبھی سر نہیں اٹھائیں گے، لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی ثابت ہوئی تھی۔

"ہاں! میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے، تم نے مجھ سے شادی کی تھی اپنی دولت اور جائیداد حاصل کرنے کے لیے، لیکن میں نے تم سے شادی کی تھی اپنے چچا جان کی زبان کی لاج رکھنے کے لیے۔۔۔ شادی کے بعد تمہیں دولت اور جائیداد مل گئی اور میں نے چچا جان کی زبان کا پاس رکھ لیا اس لیے اب ہمارا گزارا مشکل ہے۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

تم اپنی زندگی جیو اور میں اپنی، لیکن پلیز میری ایک ریکوئسٹ ہے تم سے کہ میری کشمالہ کو میرے ساتھ جانے دو، میں خود اس کی پرورش کروں گا، تم پہ کوئی ذمہ داری نہیں رہے گی، تم آزاد ہو گی ہمیشہ کے لیے بس میری بیٹی کو میرے ساتھ رہنے دو، وہ مجھ سے بہت اٹیچڈ ہے وہ نہیں رہ پائے گی میرے بغیر۔"

سائرہ حیدر ابھی طلاق کا صدمہ ہی نہیں بھول پائی تھیں کہ شاہ نواز حیدر کی دوسری فرمائش پہ بم کی طرح پھٹ پڑیں۔

"کیا کہا؟ میں... میں کشمالہ کو تمہارے حوالے کر دوں؟ تمہیں دے دوں اتنی آسانی سے...؟" وہ پاگل ہی تو ہو اٹھی تھیں اور پھر شاہ نواز کی لاکھ کوشش کے باوجود بھی انہوں نے کشمالہ کو ان کے ساتھ نہیں جانے دیا۔ یہ دیکھے اور سوچے بغیر کہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی نے بچی پہ کیا اثر ڈالا ہے۔ انہیں کشمالہ کو اپنے پاس رکھنے کا کوئی شوق نہیں تھا، بس ضد تھی اور یہ ہی ضد آج بھی قائم تھی، نتیجتاً کشمالہ بھی ضدی اور ہٹ دھرم ہوتی چلی گئی۔

اس کی شخصیت میں ایک خلا رہ گیا تھا جسے ایزد کی محبت، توجہ اور دوستی نے پُر کر دیا تھا۔ اسے ماں باپ کی محبت نہ ملی تو وہ عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگی محض سائرہ حیدر کو زچ کرنے کے لیے اور توجہ حاصل کرنے لیے... اور جب یہ ہی توجہ اور محبت ایزد نے اسے دی تو وہ اس کی ہو گئی تھی لیکن آج جب اسے پتا چلا کہ وہ جس محبت کے پیچھے بھاگی ہے وہ بھی بناوٹی ہے اور سائرہ حیدر کا ایک ڈرامہ تھا تو وہ "حقیقتاً" پتھرا گئی تھی...!

"اب وہ اس ماں کے پاس ہرگز نہیں رہنا چاہتی تھی جس نے اسے راہ راست پہ لانے کے لیے ایزد کی مدد لی تھی۔

✡ ✡ ✡

آفس کی بلڈنگ سے کچھ دور ہی اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ اس کی گاڑی کے پیچھے مینجر صاحب کی گاڑی نکلی تھی۔ انہوں نے ایکسیڈنٹ ہوتے دیکھا تو فوراً "سے پیشتر ایزد کو فون کیا۔ اور وہاں سب سے پہلے پہنچنے والا بھی ایزد ہی تھا ایمبولینس کے پہنچنے تک ایزد ہوش و خرد سے بیگانہ اور خون میں لت پت کشمالہ کو گاڑی سے نکال چکا تھا۔

گاڑی سے نکلنے کے بعد اس کی حالت دیکھی تو ایزد آفندی کا دل مٹھی میں آگیا تھا۔

"کشمالہ... کشمالہ! آنکھیں کھولو۔" اس نے دیوانہ وار اس کے رخسار تھپکے۔ اس کو اٹھانے اور باہر نکالنے کی کوشش میں وہ خود بھی اس کے خون میں بھر گیا تھا۔

"پیچھے ہٹیں صاحب! میڈم کو ایمبولینس میں ڈالنے دیں۔" مینجر صاحب نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا۔

"مم... میں خود اسے گاڑی میں ڈالتا ہوں۔" اس نے عجیب گھبرائے ہوئے انداز میں کہا اور کشمالہ کو اٹھا کے ایمبولینس میں ڈالا۔ باقی پیچھے سب کچھ مینجر صاحب نے ہی سنبھالا۔ وہ خود ایمبولینس میں اس کے ساتھ ہی ہسپتال چلا گیا تھا۔ شاہ نواز حیدر کو بھی اطلاع مل چکی تھی۔ ان کی فیملی بھی بدحواسی میں ہسپتال پہنچی۔

"ایزد...! کشمالہ کہاں ہے...؟" شاہ نواز حیدر کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"آئی سی یو میں ہے۔" ایزد کے لہجے میں شکستگی اتر آئی تھی۔

"کیسے ایکسیڈنٹ ہو گیا اس کا...؟ وہ... وہ اتنی رش ڈرائیونگ کیوں کر رہی تھی...؟ تھوڑی دیر پہلے ہی تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ میٹنگ کے بعد گھر آرہی ہے... پھر... پھر یہ اچانک...؟"

شاہ نواز حیدر کے حواس ان کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ وہ ایزد کے کپڑے خون میں بھرے دیکھ کر ہی کشمالہ کی حالت کا اندازہ لگا سکتے تھے۔ اس کا اتنا خون بہا تھا تو یقیناً" ایکسیڈنٹ بھی تو اتنا ہی شدید ہوا تھا...

"یہ... یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے شاہ نواز صاحب!"

ایزد کہتے ہوئے کرسی پہ ڈھے گیا۔ امینہ بیگم اور شاہ نواز حیدر چونک گئے۔

"میں واقعی اس کا مجرم ہوں... لیکن شاہ نواز صاحب! مجرم کو معافی بھی تو دی جا سکتی ہے؟" وہ عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا اور شاہ نواز حیدر پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

تو اس کا مطلب تھا کشمالہ کے اتنے دنوں کی ڈسٹربنس کا اصل ذمہ دار ایزد آفندی تھا بلکہ ایزد آفندی تو اور بھی کئی باتوں کا ذمہ دار تھا...

"تم...؟" وہ بہت کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن باوجود کوشش کے کہہ نہ سکے...

"ہاں میں! پچھلے پانچ سال سے انتظار کر رہا ہوں کہ وہ مجھے معاف کرنے کے قابل ہو جائے تو پھر معافی مانگوں گا۔ آج سوچا کہ وہ اس قابل ہو چکی ہے، وہ سمجھ دار ہو گئی ہے، میری بات کو سمجھ جائے گی لیکن نہیں، وہ آج بھی وہی کشمالہ ہے نادان اور نا سمجھ۔ آج بھی اس نے اپنا وہی بچپنا اور وہی جنون دکھایا ہے، وہ آج بھی مجھ سے دور جانے کے لیے بھاگ نکلی۔

ایزد تھکے تھکے شکست خوردہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ شاہ نواز حیدر اس کی بات کو کسی نہ کسی حد تک سمجھ چکے تھے اور ان کے اندر کا تجسس بھی ختم ہو گیا تھا اور ان کی سوچوں کی الجھی ہوئی گتھی بھی سلجھ گئی تھی۔ وہ بھی ایزد کے برابر ہی بینچ پہ بیٹھ گئے ان کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ امینہ بیگم نے آگے بڑھ کے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا۔

✡ ✡ ✡

"کشمالہ، میری جان، میری گڑیا...!" وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی، جب اس شناسا کی آواز پہ اس نے بمشکل پلکیں کھول کے دیکھنے کی کوشش کی۔

"مام...؟" اس کے لبوں نے غیر محسوس سی حرکت کی تھی اور اس حرکت سے ہی پہچانا جا رہا تھا کہ اس نے "مام" کہا ہے...

"جی میری جان! آنکھیں کھول کے دیکھو میں ہوں تمہاری مام، تمہاری مجرم، تمہاری گناہ گار، تمہیں محرومیوں میں دھکیلنے والی... بے حس اور بد نصیب ماں..."

سائرہ حیدر اس کا ہاتھ تھام کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے رو پڑیں، شاہ نواز حیدر سر جھکا کر باہر نکل گئے لیکن مسز آفندی نے آگے بڑھ کے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا...

"گزری باتوں کو بھول کر تم اس وقت اپنی بیٹی کی زندگی اور صحت کی دعا کرو۔"

"کیسے بھلا دوں ان باتوں کو؟ اپنی ان ہی باتوں کی وجہ سے تو اکیلی رہ گئی ہوں، پانچ سالوں سے تنہا زندگی گزار رہی ہوں۔"

سائرہ حیدر بلند آواز سے روتے ہوئے اپنی غلطیاں اپنے گناہ، اپنی کوتاہیاں یاد کر رہی تھیں۔

"مام..." اب کی بار کشمالہ نے پکارا تو آواز بلند تھی لیکن پلکیں موندی ہوئی تھیں اور بند پلکوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"آئی مس یو مام!" اس کی آواز بھیگ رہی تھی اور سائرہ حیدر نے بے ساختہ اٹھ کے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

"آئی مس یو ٹو میری جان، آئی مس یو ٹو۔" وہ اس کا چہرہ والہانہ انداز میں چوم رہی تھیں۔

✡ ✡ ✡

پورے ایک ہفتے کے بعد کشمالہ ڈسچارج ہو کے گھر آئی تو مسز آفندی، احمد آفندی اور ایزد آفندی اس کی عیادت کے لیے باقاعدہ گھر آئے تھے، جس پہ شاہ نواز حیدر اور امینہ بیگم بہت خوش تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کی خوب آؤ بھگت کی تھی یہ دیکھے اور سوچے بغیر کہ ان کی بیٹی کتنی خفا اور بدظن ہے۔

"کشمالہ کہاں ہے بھائی صاحب؟"

مسز آفندی نے کافی دیر بعد پوچھ ہی لیا۔

"اپنے کمرے میں ہے۔"

"ابھی ٹھیک سے چل پھر نہیں سکتی، کمزوری اور

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

نقاہت کی وجہ سے اٹھتی ہے تو چکرا جاتی ہے اسی لیے اسے فی الحال بیڈ ریسٹ کا کہا ہے۔" امینہ بیگم نے شائستگی سے مسکرا کے جواب دیا۔

"ہوں! اچھی بات ہے وہ دراصل ایزد اس سے ملنا چاہتا تھا۔ ہسپتال میں بھی شاید اس سے ملاقات نہیں ہو سکی اس لیے میں نے سوچا کہ گھر پہ ہی جا کر مل لیتے ہیں۔" مسز آفندی کی بات پر ایزد گڑبڑا گیا۔

"ارے ہاں کیوں نہیں بیٹا وہ جاگ رہی ہو گی میں ابھی اسے یخنی پلا کے آئی ہوں۔" امینہ بیگم نے فوراً کوئی اعتراض کیے بغیر اسے اجازت دی اور اک نظر شاہ نواز حیدر کو دیکھا کہ وہ مائنڈ تو نہیں کر گئے لیکن وہ غیر محسوس انداز میں مسکرائے تھے وہ امینہ بیگم کی پھرتی کا مطلب بخوبی سمجھتے تھے دراصل وہ بھی اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھیں۔

"جاؤ ناں سوچ میں کیوں پڑ گئے ہو۔؟" مسز آفندی نے پاس بیٹھے بیٹے کو ٹہوکا دیا۔

"ایم سوری مام! میں نہیں جا سکتا۔" اس نے آہستگی سے انکار کر دیا۔

"کیوں نہیں جا سکتے؟" انہوں نے تعجب سے دیکھا۔ احمد آفندی اور شاہ نواز حیدر ایک دوسرے کے ساتھ مگن تھے البتہ امینہ بیگم فارغ تھیں اس لیے ان کا دھیان ان دونوں ماں بیٹے کی گفتگو کی طرف ہی تھا۔

"اس نے مجھے منع کر رکھا ہے کہ میں کبھی اس کے کمرے میں نہیں جاؤں گا اور نہ ہی وہ میرے کمرے میں آئے گی۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"کب کہا تھا؟"

"جب وہ اسلام آباد میں ہوتی تھی۔" اس کی سادگی بھری معذرت پر امینہ بیگم کے چہرے پہ بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ جبکہ مسز آفندی اپنے اتنے ذہین بیٹے کو دیکھتی رہ گئیں۔

"جاؤ گے یا گھر چلیں؟" انہوں نے دھمکی دینے والے انداز میں دوبارہ پوچھا۔ اور مجبوراً ایزد کھڑا ہو گیا۔

"مجھے احتیاطاً کوئی ہیلمٹ تو دے دیں۔" اس نے ان دونوں خواتین کو دیکھتے ہوئے لجاجت سے کہا اور جب دونوں سے گھوریاں ملیں تو وہ اللہ کا نام لیتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

اس نے دروازے پہ دستک دی لیکن جواب موصول نہیں ہوا تھا۔ اس لیے دوبارہ دستک دی اور دوبارہ جواب موصول نہ ہوا تو تیسری دستک دینے کے ساتھ ہی وہ اندر چلا گیا۔

وہ نیم دراز سی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور بند پلکوں کے پیچھے سوچوں کا جہاں آباد کر رکھا تھا۔ ایزد کے مخصوص کلون کی مہک سے چونک کر سیدھی ہوئی تھی۔

"تم یہاں؟" کشمالہ کے چہرے پہ ایک مرتبہ پھر نفرت کے سائے بکھر گئے تھے۔

"آئی ایم سوری! میں خود نہیں آیا بھیجا گیا ہوں۔"

"جان سکتی ہوں اب کس نے بھیجا ہے کھیلنے کے لیے۔؟" وہ اک اک لفظ چبا کر بولی۔

"نہیں تمہارے بیڈ روم میں آنے کی بات کر رہا ہوں۔ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے چھ سال پہلے تم نے مجھے اپنے بیڈ روم میں آنے سے منع کیا تھا۔ تم نے کہا تھا میں تمہیں ڈرائنگ روم میں بلا لیتا۔ اس لیے میں تمہیں بلانے آیا ہوں کہ نیچے ڈرائنگ روم میں چلو وہاں بات کرتے ہیں۔"

ایزد نے اتنے سالوں سے وہ بات یاد رکھی تھی۔ کشمالہ تحیر سے دیکھتی رہ گئی۔

"تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تم میرے بیڈ روم میں بھی نہیں جاؤ گی لیکن آج میں ہمت کر کے تمہارے بیڈ روم میں آ گیا ہوں تو تم بھی بدلہ چکانے کے لیے میرے بیڈ روم میں جا سکتی ہو میں منع نہیں کروں گا۔"

وہ ماحول میں تناؤ کم کے لیے کافی فریش انداز میں بول رہا تھا۔

"بولو! بات کروں تمہارے مام ڈیڈ سے کہ آپ کی بیٹی اپنے بیڈ روم سے بور ہو چکی ہے میرے بیڈ روم میں جانا چاہتی ہے۔ نیچے ہم دونوں کے پیرنٹس موجود ہیں بیٹھے بیٹھے بات پکی ہو جائے گی اور۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ چلے جاؤ یہاں سے میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔" وہ بلند آواز سے چیخ اٹھی۔

"ٹھیک ہے شکل نہ دیکھو شادی تو کر لو۔"

"شادی؟" کشمالہ نے شادی کے لفظ کو دہرایا۔

"تم سے شادی۔۔؟ ہونہہ! شادی میں اسی شخص سے کروں گی جس سے میری کمٹ منٹ ہو چکی ہے جس کا پرپوزل میرے مام ڈیڈ کو پہلے سے ہی پسند ہے اور وہ او کے بھی کر چکے ہیں تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی ہونہہ! غلط فہمی ہے تمہاری۔ جاؤ اور جا کر اپنی ثانیہ سے شادی کرو جو تمہارے لیے اس روز تڑپ رہی تھی مر رہی تھی۔" کشمالہ اپنی تکلیف بھول کر ایسی شروع ہوئی کہ ایزد کے اوسان خطا ہو گئے۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"نہیں وہ ہی کہہ رہی ہوں جو تم سن رہے ہو۔"

"لیکن کشمالہ! میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی تھی لیکن میری غلطی اتنی بڑی بھی نہیں ہے کہ ہزار بار معافی مانگنے پہ بھی تم معاف نہ کرو میں کسی پلاننگ کے تحت تمہارے قریب نہیں آیا تھا میری اور تمہاری فرینڈ شپ ایک نیچرل فرینڈ شپ تھی لیکن جب سائرہ آنٹی کو پتا چلا کہ میرا تم سے ملنا ملانا اور ہیلو ہائے ہے تو انہوں نے کہا کہ تمہیں سمجھانے بجھانے میں میں ان کی مدد کروں بس اس کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا پھر رفتہ رفتہ میں تمہارے قریب ہوا تو مجھے سچ مچ محبت سی محسوس ہونے لگی اور اس روز جب تمہیں ڈھونڈتے ہوئے پارک میں پہنچا تو اس محبت پہ مہر بھی لگ گئی تھی میں دل و دماغ سمیت تمہارا ہو چکا تھا۔ ثانیہ میری منگیتر تھی لیکن میں اس سے محبت نہیں کرتا۔ اس نے مجھے چھوڑ تو دیا لیکن تم کو بدظن کر دیا۔ تمہارے کراچی جانے کا سن کر مجھے اچھا لگا کہ تمہیں چینج مل جائے گا۔ تمہاری اسٹڈی بھی کمپلیٹ ہو جائے گی۔ یہ ہی کہ میں نے پانچ سال تمہارا انتظار کیا اور ثانیہ کی تو شادی بھی ہو چکی ہے۔"

ایزد اس کے سامنے صفائی میں بولتا چلا گیا تھا لیکن کشمالہ پہ اس کی کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا وہ ہنوز طنزیہ اور تمسخرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"پلیز کشمالہ! مجھ سے نادانستگی میں جو بھی غلطی ہوئی ہے مجھے معاف کر دو پلیز یار! بہت ہو چکا اب اور انتظار اور صبر کی ہمت نہیں ہے پلیز مجھے معاف کر دو۔"

وہ بے بسی سے اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ کشمالہ کتنے ہی لمحے اس شخص کو اسی طرح دیکھتی رہی پھر تلخی سے سر جھٹک دیا۔

"جاؤ ایزد آفندی! میں نے تمہیں معاف کیا۔" اس نے دل پہ پتھر رکھتے ہوئے کہا۔

"کشمالہ!" ایزد نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"بس میں تمہیں صرف معاف کر سکتی ہوں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔" اس نے کہہ کے رخ موڑ لیا۔

"کشمالہ تم یہ سب۔۔۔"

"تم اب جا سکتے ہو ایزد آفندی!" اس نے ایزد کی بات کاٹ دی۔

"لیکن کشمالہ پلیز۔"

"مام۔۔۔ ڈیڈ۔۔۔! پلیز کم ہیر۔" وہ یک دم چیخ اٹھی اور ایزد اس کے رویے سے شکست خوردہ سا گم صم واپس پلٹ گیا۔

مسز آفندی، احمد آفندی، امینہ بیگم اور شاہ نواز حیدر ایزد کی چال دیکھ کر ہی اس کا حال جان گئے وہ وہاں رکے بغیر باہر نکل گیا، مجبوراً وہ بھی اس کے پیچھے چلے آئے۔

"کیا کہا کشمالہ نے۔۔۔؟" وہ پوچھ رہی تھیں لیکن اس کے پاس کوئی جواب ہوتا تو بتاتا۔

☆ ☆ ☆

"لگتا ہے پہلے ہی کوئی کمٹ منٹ ہو چکی تھی یہ

www.paksociety.com
SPD & FIAZ AHMED FriendsKorner.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سب تو ایک بہانا ہے۔ وہ آفس میں داخل ہوا تو کسی ورکر کی آواز پہ قدم رک گئے۔

"انگیجمنٹ کی پارٹی تو یقیناً" بہت بڑی ہوگی۔ پورے شہر کی کریم جمع ہوگی پارٹی میں۔" دوسرے ورکر نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایزد کو تو جیسے کرنٹ چھو گیا تھا۔

"کشمالہ کی انگیجمنٹ۔۔۔" اس کا دماغ گھوم گیا۔ وہ دندناتا ہوا سیدھا کشمالہ کے روم میں جا پہنچا۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے فیملی کے ساتھ اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ کشمالہ ٹھیک ہو چکی تھی اس لیے آفس اس نے سنبھال رکھا تھا لیکن آج آفس میں داخل ہوتے ہی جو خبر اسے ملی تھی وہ اس کے لیے کسی بم سے کم نہیں تھی۔

"یہ سب کیا سن رہا ہوں میں۔۔۔؟" ایزد کے انداز میں عجیب طرح کا غصہ تھا جس میں بے بسی کی آمیزش تھی۔ کشمالہ کسی فائل پہ جھکی سائن کر رہی تھی' اسے اپنے سامنے اتنے استحقاق اور غصہ بھرے انداز میں دیکھ کر غصہ آیا۔

"تمیز سے بات کریں مسٹر ایزد آفندی' یہ میرا آفس ہے۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"جانتا ہوں کہ یہ آفس ہے اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آفس میں باتیں کیسی ہو رہی ہیں؟" وہ ٹیبل پہ دونوں ہاتھ جما کے اس کی سمت جھکا۔

"کیسی باتیں ہو رہی ہیں؟" وہ الٹا اس سے پوچھ رہی تھی۔

"تمہاری انگیجمنٹ کی باتیں ہو رہی ہیں۔" وہ جوابا" غضب ناک لہجے میں بولا۔ اس کی ساری تحمل مزاجی ہوا ہو چکی تھی۔ وہ غیض و غضب سے بھرا ہوا تھا۔

"اوہ ہاں! میری انگیجمنٹ کی باتیں' ظاہر ہے سب کو انوائیٹ کیا ہے تو سب باتیں تو کریں گے نا۔۔۔ اینی وے میں نے آپ کو بھی انوائیٹ کرنا تھا لیکن آپ یہاں نہیں تھے اس لیے نہیں کیا تھا' یہ لیجیے میری طرف۔۔۔ سے میری انگیجمنٹ کا انویٹیشن کارڈ۔"

اس نے ٹیبل کی دراز سے ایک ریڈ اور سلور کمبی نیشن کا خوبصورت سا نفیس کارڈ نکال کر اس کی سمت بڑھا دیا۔

"بھاڑ میں گئیں تم' اور بھاڑ میں گیا تمہارا کارڈ۔" اس نے کارڈ دبوچ کر پھاڑا اور کشمالہ کے چہرے پہ اچھال دیا۔ وہ اس کی حرکت پہ سٹپٹا گئی۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ تمہارے ہجر میں مرا جا رہا ہوں میں۔۔۔؟ تم مجھ سے شادی نہیں کرو گی تو میں کبھی شادی نہیں کروں گا؟ پاگل ہوں؟ دیوانہ ہوں تمہارے لیے؟" ہونہہ! غلط فہمی ہے تمہاری اور بہت جلد تمہاری غلط فہمی دور بھی کر دوں گا۔"

وہ دانت پیستے ہوئے یوں غضب ناکی سے بول رہا تھا جیسے وہ واقعی مرعوب ہو جائے گی۔

"میری غلط فہمی دور ہو چکی ہے مسٹر ایزد آفندی! اس لیے برائے مہربانی آپ یہاں سے' جا سکتے ہیں۔" وہ بھی اپنی کرسی سے کھڑی ہو چکی تھی۔

"اور ہاں! میں نے آپ کے گھر والوں کو بھی انوائیٹ کیا ہے' ان سے کہیے گا کہ ضرور آئیں' بلکہ آپ بھی ضرور آئیے گا۔ انتظار رہے گا مجھے' آپ کو اپنے منگیتر سے ملواؤں گی' آپ سے کم نہیں ہے وہ۔" ٹیبل کے قریب رکھی کرسی کو زوردار ٹھوکر مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

آج فرائیڈے تھا' دس جنوری کی شام تھی۔ کشمالہ کی انگیجمنٹ تھی آج۔۔۔ وہ بے نیاز تھا اسی لیے اس نے کوئی تاریخ وغیرہ بھی نہیں پوچھی تھی لیکن مسز آفندی سے دو روز پہلے فون پہ بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ جمعہ کو کشمالہ کی منگنی کی رسم ہے' شاہ نواز حیدر اور امینہ بیگم نے آنے کے لیے اصرار کیا ہے اس لیے ان کا بھی منگنی میں شریک ہونے کا ارادہ ہے۔

البتہ ایزد کا اس انگیجمنٹ میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اسی لیے وہ اپنے گھر میں منہ سر لپیٹے پڑا رہا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن مسز آفندی بھی بڑی بامروت خاتون تھیں۔ انہوں نے فون کرکے ایزد کو سرزنش کی کہ لوگ کیا سوچیں گے اس لیے تمہیں جانا چاہیے اور اتنا اصرار کیا کہ اسے اٹھنا ہی پڑا۔

"ہونہہ! میری ماں بھی عجیب ہے' جانتی بھی ہیں کہ اس کی منگنی سے میرے دل پہ کیا گزر رہی ہے پھر بھی مجھے جانے کا اصرار کررہی ہیں۔" وہ بے دلی سے تیار ہوکر باہر نکل آیا۔

"ہونہہ! ویسے وہ سورما دیکھنا تو چاہیے' جو مجھ سے کم نہیں ہے اس کے لیے۔"

ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس کے ذہن میں اک تمسخرانہ سا خیال آیا تھا اور گاڑی کی اسپیڈ قدرے بڑھا دی تھی لیکن راستے میں آکر اسے یاد آیا کہ اسے تو میرج ہال کا معلوم ہی نہیں۔ مجبوراً اس نے شاہ نواز حیدر کو فون کیا۔

"انکل! انگیجمنٹ کون سے ہال میں ہے؟" اس کے سوال پہ شاہ نواز حیدر کو حیرانی ہوئی تھی۔

"تم نے کارڈ پہ نہیں دیکھا؟"

"سوری انکل! میں نے غور نہیں کیا۔" اس نے معذرت کی۔

"غور کرلیتے تو اچھا تھا' خیر ابھی بھی پوچھ لیا ہے تو بہتر کیا ہے۔" انہوں نے نرمی سے کہا اور اسے ہال کا پتا کر فون بند کردیا۔ اگلے دس منٹ میں وہ مطلوبہ ہال میں پہنچ چکا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں' یہ چکا چوند روشنیوں کی نہیں رشتوں کی تھی۔ مسز آفندی کشمالہ کے پاس اسٹیج پہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ عریشہ آپی' اپنے ہزبینڈ اور بچوں کے ساتھ براجمان تھیں۔ فہد آفندی بھی اپنی بیوی اور بچوں کے جھرمٹ میں نظر آرہے تھے۔ احمد آفندی کے قہقہے ابل رہے تھے اور ان کے قہقہوں کی وجہ اپنا بیٹا "ایزد آفندی" تھا جو ہال کے داخلی دروازے میں ہونق بنا کر کھڑا تھا۔

"ارے آؤ' آؤ بیٹا' تم آگئے' بس اک تمہاری ہی کمی تھی۔"

"وہ ایزد کو اندر لے آئے اور وہ اپنے گھر والوں کو دیکھ کے سوچ رہا تھا کہ وہ کیوں "بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانے" کی طرح ہو گئے ہیں؟ کشمالہ کی فیملی سے زیادہ وہ لوگ خوش نظر آرہے تھے۔

"آؤ بیٹا ادھر اسٹیج پہ بیٹھو کشمالہ کے ساتھ۔" سائرہ حیدر نے ایزد کا بازو تھامتے ہوئے کہا۔

"اسٹیج پہ؟ کشمالہ کے ساتھ۔؟" وہ ٹھٹک گیا۔

"ارے ہاں بیٹا کافی دیر ہوچکی ہے۔ مہمان کب سے انتظار کررہے ہیں' چلو شاباش جلدی سے انگوٹھی پہناؤ اسے۔" ان کے کہنے پہ وہ بدک گیا۔ اس کی حرکت پہ سب کے منہ سے قہقہے ابل پڑے' ایزد کا اشافسیدعو تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں بیٹا! بہت پاپڑ بیلنا پڑیں گے۔"

مسز شفاعت نے قریب آکے کہا تو ایزد ہکا بکا رہ گیا۔ وہ حیران پریشان ہورہا تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔۔۔؟

"آپ اپنی اور میری ماں کے ساتھ مل کر مجھے بے وقوف بنا سکتے تھے تو کیا میں اپنی اور آپ کی فیملی کے ساتھ مل کر آپ کو بے وقوف نہیں بنا سکتی تھی۔؟" اسے کشمالہ کے ساتھ اسٹیج پہ لاکر بٹھایا گیا تو کشمالہ بولی۔

"مگر یہ سب کایا پلٹ ہوئی کیسے؟" اس کے اندر سوال اٹھ رہے تھے۔

"یہ کایا پلٹ تو اسی وقت ہوگئی تھی جب کشمالہ ہسپتال میں تھی۔" مسز آفندی مسکرا کے بولیں۔

"وہ کیسے؟"

وہ ایسے کہ میں نے کشمالہ کو سب باتیں بتائیں' تمہاری محبت اور دیوانگی کے قصے سنائے اور اسے ریکویسٹ کی کہ وہ میرے بیٹے کو معاف کرکے اپنا لے۔۔ پھر۔؟"

"پھر کیا؟ پھر وہ مان گئی' بہت اچھی بچی ہے میری' اللہ نصیب اچھے کرے۔۔۔"

"لیکن وہ اس روز جو کچھ اس نے اپنے گھر میں مجھ سے کہا ؟"

"وہ بس تھوڑا سا ڈرامہ تھا اور تھوڑا سا غصہ۔" مسز آفندی سہولت سے سب بتاتی جارہی تھیں۔

"مگر جب اس نے سب کو انویٹیشن کارڈ دیے تو سب نے مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔۔؟"

"سوری سر! میڈم نے بتانے سے منع کیا تھا۔" اس کا سوال کسی نے سن لیا تھا' اسی لیے تمام اسٹاف والوں نے ہنستے ہوئے کورس میں جواب دیا تھا۔

"اور جو کارڈ میں نے آپ کو دیا' وہ تو آپ نے دیکھا ہی نہیں' اور مجھے ہنڈریڈ پرسینٹ امید تھی کہ آپ وہ کارڈ نہیں دیکھیں گے اور ایسا ہی ہوا تھا۔" کشمالہ نے آہستگی سے لقمہ دیا۔ "اسی لیے تو کہتے ہیں کہ غصے میں عقل کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔" وہ دھیمی آواز میں بولتی اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"لیکن یار! آج تو بتا دیا تھا' میری حالت دیکھی ہے تم نے؟ کم از کم تیار ہو کے تو آتا۔"

وہ خفا ہورہا تھا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی' کپڑے بھی بس سادہ سے تھے' بالوں کی کوئی خاص ترتیب نہیں تھی۔ بے حد عام سا حلیہ تھا' پورا پورا مجنوں لگ رہا تھا' جبکہ وہ اس کے پہلو میں بیٹھی فیروزی کامدار لہنگا پہنے نفیس سی دلہن بنی حوروں کو مات دے رہی تھی۔

ایزد کی نظروں میں وارفتگی اتر آئی تھی۔ کشمالہ نے نظر چرا کر چہرہ جھکا لیا اور اس کے چہرے کے ساتھ ایزد نے جھکتے ہوئے اس نے شعر پڑھا تھا۔

نہ نگاہ پھیر ساقی' نہ برت بے نیازی!
تیرے پاس آئے ہیں ہم کئی راستے بدل کے

کشمالہ اس کے شعر پہ مسکرا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسے انگوٹھی پہنا کر فارغ ہوا تو سائرہ حیدر نے دونوں کی نظر اتاری اور سب کے ساتھ ہال میں جا کر بیٹھ گئی تھیں کیونکہ اب رسمیں کرنے کا حق مسز آفندی اور امینہ بیگم کو تھا' جو مائیں ہونے کا حق ادا کرتی پھر رہی تھیں۔

آج صبح انہوں نے واپس اسلام آباد چلے جانا تھا۔ انہیں کشمالہ نے بلایا تھا اور وہ غیروں کی طرح آگئی تھیں۔۔۔!

سب لوگ اپنی باتوں میں مگن تھے اور دولہا دلہن اپنی محبتوں میں گم تھے۔

"اب بتاؤ میرے بیڈ روم میں جاؤ گی یا نہیں؟" ایزد کے معنی خیز سے سوال پہ اس کا چہرہ بلش ہوگیا تھا۔

"بتاؤ ناں جاؤ گی؟"

وہ اصرار کررہا تھا"

"ہاں! مجبوری ہے' کیونکہ اب آپ کا بیڈ روم میرا بھی بیڈ روم ہوگا۔" اس نے جواب تو دیا تھا مگر دھیل کے ساتھ۔

"ہاہاہا" ایزد فلک شگاف قہقہہ لگا کے ہنسا۔۔ سجی سنوری دلہن کے ساتھ اسٹیج پہ ملگجا سا دولہا دیکھ کر باقی سب بھی مسکرا رہے تھے۔ سچویشن ہی کچھ ایسی تھی دلچسپ اور خوش گوار۔۔ جذبوں' چاہتوں اور محبتوں سے بھرپور۔۔۔!

☼

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
زرد موسم

راحت جبیں
قیمت -/600 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

www.paksociety.com

www.paksociety.com